رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ... عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

تار کا پتہ الفضل قادیان

THE ALFAZL
QADIAN

اخبار الفضل قادیان

ہفتہ وار

فی پرچہ ۱ر

ایڈیٹر غلام نبی

قیمت چندہ سالانہ ... ششماہی ... سہ ماہی ... ترسیل زر محض بنام مینیجر الفضل ہو

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایداللہ تعالےٰ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا۔

نمبر ۳۹ | مورخہ ۱۱ر نومبر ۱۹۲۷ء | یوم جمعہ | مطابق ۱۵ر جمادی الاول ۱۳۴۶ھ | جلد ۱۵

مدینۃ المسیح

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بفضل خدا خیر و عافیت ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کو دو تین روز سے رات کے وقت کچھ حرارت ہو جاتی ہے۔ احباب دعا فرما دیں۔

منشی غلام نبی صاحب ایڈیٹر الفضل کے ہاں آج ۸ر نومبر کو خدا کے فضل سے لڑکا پیدا ہوا ہے۔ خدا تعالےٰ مبارک کرے ؂

جناب حافظ روشن علی صاحب مختلف مقامات کا دورہ کرنیکے بعد واپس دارالامان تشریف لے آئے ہیں ؂

مفتی محمد صادق صاحب سیلون میں

جس دن سے مفتی صاحب یہاں آئے ہیں۔ احمدیت کا سارے جزیرہ میں بہت چرچا ہو رہا ہے۔ مختلف سوسائٹیوں میں لیکچر ہو رہے ہیں۔ جن کو سننے کے واسطے علاوہ معززین شہر مقامی انگریزی روزانہ اخبارات کے ایڈیٹر اور رپورٹر بھی آتے ہیں۔ لیکچر کو بہت دلچسپی کے ساتھ سنتے ہیں۔ اور اخباروں میں کالم کے کالم چھپتے ہیں۔ ایک لیکچر ترجمان کے ذریعہ تامل زبان میں ہوا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ "اسلام اور عیسائیت" چونکہ پادری صاحبان اس قسم کے لیکچر پہلے یہاں دے چکے تھے۔ اس واسطے ضروری ہوا کہ ان کے اثر کو زائل کرنے کے واسطے ایسے لیکچر دئے جائیں۔ ہال پر تھا۔ اور صدہا لوگ باہر کھڑے تھے۔ بعض ہال کی کھڑکیوں اور دروازوں میں کھڑے ہوئے سنتے رہے۔ اکثر لوگوں نے اقرار کیا کہ اسلام کی تائید میں انہوں نے کبھی ایسی زبردست تقریریں اپنی عمر بھر میں نہ سنی تھیں۔ ایک لیکچر بدھسٹ انجمن کے ہال میں ہوا

اس کا تمام انتظام بدھ لوگوں نے کیا۔ اور لیکچر کے پریذیڈنٹ ایک مشہور سنگھلی عالم تھے۔ یہ بھی ہال بھر گیا تھا۔ اور سوسائٹی کے اراکین کہتے تھے۔ کہ کبھی کسی لیکچر کے واسطے ان کا ہال ایسا نہیں بھرا۔ مفتی صاحب نے بدھوں کے کالج کا بھی معائنہ کیا بدھسٹ کا سب سے بڑا مذہبی سردار کولمبو میں رہتا ہے۔ اس سے ملے۔ اور اسے اور اس کے ایک سو مذہبی پیشواؤں کو جو اس کے ساتھ مجردانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس زمانہ کے بدھ کی آمد کی خبر دی۔ اور انہیں دعوت دی کہ قادیان آکر خود تحقیقات کریں۔ انہوں نے کہا۔ کہ ہم یقین نہیں کرتے کہ بدھ آگیا ہے۔ اس کی آمد آسمان سے ہوگی۔ اور ہم اُسے آتے ہوئے خود دیکھیں گے۔ اس پر بہت دیر تک کشمکش ہوتی رہی۔ بہر حال تبلیغ کا حق ادا کیا گیا۔

ایک عیسائی مناظر ڈی سلوا نام کے ساتھ الوہیت مسیح اور دعویٰ مسیح موعود اور اس کے ثبوت پر دو دفعہ لمبی بحثیں ہوئیں۔ جن میں پادری صاحب لاجواب ہوئے۔ اس شہر میں احمدیت کا بہت چرچا ہو گیا ہے۔ اور لوگ قریب

آرہے ہیں۔ یہاں کے باشندوں کو تبلیغ کرنے کے علاوہ مفتی صاحب غیر ممالک کے کونسلوں میں بھی دورہ کر رہے ہیں۔ یہاں قریباً ہر ایک ملک کا ایک ایک کونسل رہتا ہے۔ ان کو سلسلہ کے حالات سنائے جاتے ہیں۔ تاکہ وہ آگاہ ہو کر اپنے ملک کے لوگوں کو جا کر سنائیں۔

ضروری اعلان

مسلمانوں نے ابتداءمیں تعلیم کی طرف توجہ نہ کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اب وہ ہر میدان میں ہمسایہ قوم سے پیچھے ہیں۔ انفرادی تجارت پہلے سے ہی ہندوؤں کے قبضہ میں تھی۔ اب جو یورپ اور امریکہ کی تقلید میں کارخانہ جات اور دیگر فیکٹریز کھولی جا رہی ہیں۔ یہ بھی غیر اقوام کی طرف سے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی [illegible] (صنعت) پر رسالہ نکلتا ہے تو یہ بھی دوسروں کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ مسلمانوں کے لئے کوئی اچھا نشان نہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ احمدی قوم مسلمانوں کو اس معاملہ میں [illegible] کرے۔ اس خیال سے مرکز میں ایک ابتدائی کارخانہ روڑے اور پیٹھے کی گٹ بنانے کے لئے کھولا گیا ہے۔ اس میں وہ نوجوان جو بیکار ہوں۔ قادیان رہ کر گٹ بنانے کا کام سیکھیں۔ انجمن کی طرف سے انکو گذارہ کے لئے وظیفہ دیا جائے گا۔

اور اگر کوئی صاحب پہلے سے ہی گٹ بنانا جانتے ہوں تو ان کے لئے ہمارے پاس ملازمتیں ہیں۔ وہ درخواستیں بھیجدیں۔ اس کام میں ہر شہر اور گاؤں کے اہل الرائے لوگوں کو خاص توجہ کرنی چاہیئے۔ تاکہ ان کی تحریک سے بیکار لوگ جو اخبار وغیرہ نہیں پڑھتے۔ ہمارے اعلان کا علم حاصل کر سکیں اور کام پر لگائے جا سکیں۔

(۲) اگر کسی علاقہ میں روڑہ فریم یا قالب (کھمبیاں) ملتی ہوں۔ تو ایسی جگہ کے لوگ ہم سے خط وکتابت کریں ہم ان کے مال کو بکوانے میں مدد دیں گے۔ ایسا کام گاؤں میں لوگ آسانی سے کر سکتے ہیں۔ وہ پاس پاس کے گاؤں سے روڑہ کھمبیاں اکٹھی کر کے ہمیں اطلاع دیں۔ تمام درخواستیں معرفت امیر جماعت یا سکرٹری آنی چاہئیں۔

میرزا شریف احمد۔ نظر تجارت وصنعت قادیان پنجاب

ابن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا بہت کلام نہ کرو۔ کیونکہ بہت کلام کرنے سے جو اللہ کے ذکر کے بغیر ہو دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اور سیاہ دل اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور ہے۔ (ترمذی)

اخبار احمدیہ

وصیتی ریزرو فنڈ کی تحریک

اس تحریک میں حکیم محمد عمر خاں صاحب نے اپنی وصیت کو پورا کرنے کی غرض سے ... ۵ روپے داخل کئے۔

(۲) جناب پیر منظور محمد صاحب مصنف قاعدہ یسرنا القرآن نے ادائے ... ۱۲۶ روپیہ دئے۔

(۳) چوہدری غلام حسین صاحب (سفید پوش) دارالفضل نے ... ایک ماہ کے اندر داخل کرنے کا وعدہ فرمایا۔

(۴) مساۃ زینب ... نے ۵ ادا کر دیئے۔

اگر بیرونی جماعتوں کے سکرٹری وصایا بھی لوکل جماعت احمدیہ قادیان کے سکرٹری وصایا کی طرح پوری کوشش سے کام کریں۔ تو اس سے دو فائدے ہونگے۔ ایک تو ہر موصی کی وفات کے بعد جو انجمن کار پرداز مصالح قبرستان کو حصول جائداد کے لئے مشکلات پیش آتی ہیں۔ وہ رفع ہو جاوینگی۔ دوم سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مالی مشکلات بھی رفع ہو سکتی ہیں اور ایسی وصیتوں کا روپیہ وصول ہونے پر جو حصہ یا حصص سے زیادہ روپیہ کی ہوں۔ ریزرو فنڈ میں بھی جمع ہو کر ریزرو فنڈ کی تحریک کو کامیاب بنانے کا ذریعہ بن سکیگا۔

عبدالرحمن مصری سکرٹری انجمن کار پرداز مصالح قبرستان مقبرہ بہشتی قادیان

ضرورت

ڈیرہ دون میں ایک موٹر ڈرائیور کی ضرورت ہے خط وکتابت ہمراہ شیخ غلام نبی صاحب موٹر سٹورز متصل ریلوے سٹیشن کی جاوے۔

(۲) سٹیلمنٹ چک محمود آباد جو ریلوے سٹیشن خانیوال ضلع ملتان سے ۶ میل کے فاصلہ پر ہے۔ ایک نارمل پاس مدرس کی ضرورت ہے۔ جس کی تنخواہ ۲۵-۱-۳۰ ہے۔ اور ۵ ماہوار الاؤنس اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹی ہے۔ نیز ۵ روپیہ ماہوار نائٹ سکول الاؤنس ہوگا۔ گویا کل مبلغ ... روپیہ ماہوار ملیں گے۔ خط وکتابت ہمراہ سپرنٹنڈنٹ سٹیلمنٹ محمود آباد ڈاکخانہ خانیوال ضلع ملتان کی جاوے۔

زین العابدین ناظر امور خارجیہ قادیان

درخواست دعا

میرے والد صاحب استسقاء سے بیمار ہیں۔ نیز میری اہلیہ بھی بیمار ہے۔ احباب سے التجا ہے کہ دعا فرماویں۔ اللہ تعالیٰ جلد انہیں شفاء کامل عطا فرماوے۔ آمین خاکسار اللہ دتا جالندھری قادیان

اعلان نکاح

جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل نے مورخہ ۲۷ر اکتوبر بعد نماز عصر مسجد مبارک میں منشی شیر محمد ولد میاں شیخ محمد صاحب کھوکھر بٹالہ حال حیدرآباد (سندھ) کا نکاح مساۃ زینب بی بی بنت میاں امیرالدین صاحب دارالرحمت قادیان کے ساتھ پڑھا۔ مہر ایک ہزار روپے قرار پایا۔ جو کہ ادا ہو چکا ہے۔ خاکسار اللہ دتا جالندھری قادیان

(۲) مورخہ ۵ر اکتوبر ۱۹۲۷ء کو موضع ساندھن ضلع آگرہ میں ڈاکٹر غلام غوث صاحب امیر مجاہدین یو۔پی نے مولوی افضال احمد صاحب مبلغ کی لڑکی جہاں آرا بیگم کا نکاح بابو نواب الدین صاحب ہیڈ کلرک کے لڑکے میاں صاحب دین کے ساتھ پانچسو روپیہ مہر پر پڑھا۔ احباب دعا فرماویں۔ کہ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔

سکندر خاں سکرٹری انجمن احمدیہ ساندھن

ولادت

خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے مورخہ ۵ر اکتوبر کو مجھے لڑکی عطا فرمائی ہے الحمدللہ عزیزی کا نام امۃ الحی رکھا گیا۔ تمام احباب دعا فرماویں۔ کہ عزیزی کو خدا تعالیٰ خادم دین بناوے۔ والسلام خلیل الرحمن احمدی جہلم

وفات

مورخہ ۵ر نومبر ۱۹۲۷ء بوقت عصر میرا لڑکا بعمر پانچ ماہ فوت ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون احباب دعائے مغفرت فرمادیں۔ محمد عبدالحمید سکرٹری انجمن احمدیہ بھٹی ڈاکخانہ شرقپور ضلع شیخوپورہ

۲۔ میری بیوی کل رات دس بجے بقضائے الٰہی فوت ہوگئی۔ مرحومہ بڑی نیک پارسا اور عابدہ تھی۔ قادیان کی عاشق اور چندوں میں خاص طور سے حصہ لیا کرتی تھی۔ احمدیت کی خاطر ہر ایک مقابلہ کو تیار رہتیں اور مولا اس کو فتح دیتا۔ رشتہ ناطہ کے متعلق وہ عزیز سے عزیز غیر احمدی رشتہ داروں کی پرواہ نہ کرتیں۔ اپنی تمام اولاد کی جان نثار تھی۔ میری رفیق اور غمگسار اور سب کے لئے ہمدرد اور خیر خواہ تھیں احباب سے درخواست ہے کہ ان کے لئے دعاء مغفرت فرمادیں۔ خاکسار شیخ فضل کریم سٹیشن ماسٹر لنڈی کوتل خیبر ریلوے ۱۴ر نومبر ۱۹۲۷ء

(۳) احقر کا والد محمد عبداللہ خانصاحب احمدی موضع چک ایمرچھ تحصیل کولگام مورخہ ۱۵ر اکتوبر ۱۹۲۷ء بعارضہ سکتہ دو یوم بیمار رہ کر مورخہ ۱۷ر اکتوبر ۱۹۲۷ء بوقت گیارہ بجے رات اپنے مولا حقیقی سے جا ملے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

مرحوم نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت قادیان جا کر کی تھی۔ اور مدت تک حضرت کی صحبت میں رہ کر نور ایمان سے اپنے قلب کو منور کیا۔ مرحوم کو احمدیت کی سچی تڑپ تھی۔ مرتے دم تک چندہ سلسلہ باضابطہ ادا کرتے رہے۔ تمام جماعت ہائے احمدیہ سے استدعا ہے کہ وہ مرحوم کا جنازہ غائب پڑھکر مرحوم کی روح کو ثواب پہنچائیں۔ خاکسار راقم رحمت اللہ خاں احمدی ساکن موضع چک ایمرچ کشمیر

35

الفضل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قادیان دارالامان مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۲۷ء

مسلمانانِ ہند کے آبا پر دل آزار اتہام

اس حقیقت سے کون ناواقف ہے۔ کہ ہندوستان میں ہندو اور مسلمان شرک و توحید کے تضاد اور عقیدتاً ایک دوسرے سے بُعد المشرقین رکھنے کے باوجود صدہا سال اور پشت ہا پشت سے نہایت محبت اور پیار سے رہتے آئے ہیں۔ گو ہندو مسلمانوں سے چھوت چھات روا رکھکر من حیث الانسان ان کی خطرناک طور پر ہتک اور توہین کرتے رہے۔ مگر مسلمان اپنے آقا اور اس آقا کے احکام کی اتباع میں جسے آج آریہ اپنی بدزبانی اور بیہودہ سرائی کا آماجگاہ بنائے ہوئے ہیں۔ ملک کے امن اور حقوق ہمسائیگی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیشہ اس شکیب آزما تحقیر کو برداشت کرتے رہے۔ اور ملک کے امن و امان کو کبھی معمولی طور پر بھی مخدوش نہیں ہونے دیا۔ اور اسی وجہ سے صدیوں تک صلح و آشتی اور باہمی مودت و محبت کا ایسا نمونہ پیش کیا۔ کہ آج اس کو یاد کر کے ہر دردمند دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔

آریہ سماج کی پیدائش گویا پیام نفاق تھا۔ اس تحریک نے ہندو مسلم اتحاد کے پرخچے اُڑا دیئے اور سرزمین ہند میں نفاق کا ایسا بیج بویا۔ جو روز بروز ترقی پذیر ہے۔ اور جس نے آج تقریباً سارے ملک کو اپنے خونخوار پنجہ میں لے لیا ہے۔ اس گروہ نے عام ہندو قوم کو بھی مذہب کے نام پر اپنا ہمنوا بنالیا ہے۔ حالانکہ یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے۔ کہ قدیم ویدک دھرم کی تردید اور تغلیط میں جو حصہ آریہ سماج اور اس کے بانی نے لیا ہے۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔ کہ اس فرقہ کی پیدائش کی غرض و غایت ہی ویدک دھرم کو صفحۂ دہر سے ناپید کرنا تھی۔

ملک کی بدقسمتی اور بے نصیبی سے آریہ سماج اپنی چال میں کامیاب ہو گئی ہے۔ اور آج ہندو قوم کا ہر چھوٹا بڑا۔ صغیر و کبیر برنا و پیر منافرت کا مجسم پیام بنا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ اور ہر ہندو لیڈر جسے عوام میں رسوخ حاصل ہے اپنا مقدس فرض سمجھتا ہے۔ کہ جس طرح ہو سکے۔ ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف اُکسا کر ملک میں فتنہ و فساد پیدا کرے خواہ اس فرض کی ادائیگی میں دیانت و امانت کے ساتھ عقل و خرد اور علم و دانش کو بھی خیرباد کہنا پڑے۔

اس پہلو میں ڈاکٹر مونجے آج کل حد سے بڑھ رہے ہیں۔ اور دو ہمسایہ اقوام میں فسادانگیزی اور فتنہ خیزی کا کوئی موقعہ وہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ چنانچہ ۷ اکتوبر آپ نے ناگپور گورنمنٹ ہائی سکول میں طلباء کے سامنے ایک نہایت ہی زہر آلود۔ اشتعال انگیز اور لغویت سے پُر تقریر کی جس میں کئی ایک خلاف واقعہ باتوں کے علاوہ یہ بھی کہا۔ کہ میں ہندو مسلمانوں میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتا۔ کیونکہ موجودہ مسلمانوں کے اجداد بھی دراصل ہندو تھے۔ جنکو جبراً مسلمان بنالیا گیا۔

ہمیں سخت حیرانی ہے۔ کہ ایک پبلک درسگاہ میں جو براہ راست گورنمنٹ کے زیر انتظام ہو۔ اور جس کے دروازے مسلمان اور ہندو دونوں اقوام کے لئے مساویانہ طور پر کھلے ہوں۔ ایسی برانگیختہ کرنے والی اور نفاق انگیز تقریر کی اجازت ڈاکٹر صاحب موصوف کو کس طرح دی گئی۔ گورنمنٹ سکول کے ذمہ وار افسروں نے طلباء کے سامنے ایسی تقریر کی اجازت دیکر یقیناً ایک خلاف قانون کام اور ایک اخلاقی جرم کا ارتکاب کیا ہے۔

ایک مسلمان کے لئے اس سے زیادہ ہتک آمیز اور اشتعال انگیز کلمہ کوئی نہیں ہو سکتا۔ کہ اُسے کہا جائے۔ اس کے آبا و اجداد تلوار کے خوف سے مسلمان ہو گئے تھے۔ جس کے معنے دوسرے الفاظ میں یہ ہیں۔ کہ وہ حد درجہ کے بزدل۔ نامرد۔ اور کمزور لوگ تھے جنہوں نے خوف کی وجہ سے اپنے آبائی مذہب کو ترک کر دیا۔

ہم حیران ہیں۔ کہ بار بار کی تردید کے باوجود ڈاکٹر مونجے اور اسی قماش کے دوسرے ہندو لیڈر اس غلط ادعا کو پیش کرنے میں ذرا بھی شرم محسوس نہیں کرتے۔ آج ہر مسلمان اس باطل سراسر جھوٹ اور کمینہ اتہام کی تغلیط و تردید کر رہا ہے۔ کہ ان کو اسلام سے منحرف ہونے سے روکنے کے لئے کوئی تلوار موجود نہیں۔ مگر چونکہ انہوں نے اسلام کی صداقت کو دیکھ کر مانا ہے۔ اس لئے کسی شمشیر یا تلوار کا تو ذکر ہی کیا۔ اگر ان کو صلیب و دار پر بھی کھینچا جائے۔ تو وہ اس صداقت کو چھوڑنے کے لئے آمادہ نہیں ہو سکتے۔ پھر اگر مسلمانوں کے آبا جبراً مسلمان بنالئے گئے تھے۔ تو ڈاکٹر مونجے اور اُن کے بائیس کروڑ ہم مذہبوں کے اجداد کیوں کفر و شرک کی تنگ و تاریک گھاٹیوں میں پڑے رہے۔ کیا وہ ہمارے آبا و اجداد سے زیادہ بہادر اور زور آور تھے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو کیا ایسی خرافات سے سوائے اس کے کہ مسلمانوں کو مشتعل کیا جائے۔ اور ہندو مسلمان طلبا کے دلوں میں اُن کے پبلک میں آنے سے پیشتر ہی منافرت کا بیج بو دیا جائے۔ کوئی اور فائدہ ہو سکتا ہے۔

مسلمانان ہند کے آبا و اجداد پر ڈر اور خوف کے مارے اسلام قبول کرنے کا الزام لگانے والے ڈاکٹر مونجے اور اسی قسم کے دوسرے لوگوں کو ذرا ان اعداد و شمار پر نظر ڈال لینی چاہیئے جو ہندوستان میں مسلمان حکمرانوں کے بعد کے زمانہ میں اسلام کی ترقی کے متعلق سرکاری طور پر مہیا کئے گئے ہیں۔ اور پھر اس نتیجہ کو دیکھ لینا چاہیئے۔ جو ہندو حساب دانوں نے اس سے نکالا ہے۔ چنانچہ ہندے ماترم ۱۶ اکتوبر میں "ہندوستان میں ہندوؤں کا زوال" کے عنوان سے پرنسپل بالکرشن صاحب ایم۔ اے کا ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے نہایت تفصیل سے اعداد کے ذریعہ بتایا ہے۔ کہ ہندو کس طرح گھٹ رہے اور مسلمان کس قدر بڑھ رہے ہیں۔ یہاں اُن کے مضمون میں سے صرف چند سطور نقل کی جاتی ہیں۔ پرنسپل صاحب لکھتے ہیں:-

"ہر ایک ہندو کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ سال بسال ہندو ہندوستان میں کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مسلمان اور عیسائی بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ جو بات کہ مسلمان بادشاہ مسلمانی سلطنت کے ہوتے ہوئے بھی نہیں کر سکتے تھے وہ مسلمانی راجہ کے نہ ہوتے ہوئے بھی پوری ہو رہی ہے۔ ہر روز ہندو دھرم کو عورت و مرد چھوڑ کر مسلمان یا عیسائی ہو رہے ہیں مسلمان تو دینے کے بجائے لے ہی رہے ہیں۔ اس صورت میں ہندوؤں کا زوال اور مسلمانوں کا عروج کیوں نہ ہو؟"

اب جبکہ خود اعلیٰ تعلیم یافتہ ہندو اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں۔ کہ مسلمانوں کی ترقی ہندوستان میں اسلامی حکومت کی نسبت زیادہ ہو رہی ہے۔ جب کہ حکومت انگریزوں کی ہے۔ تو پھر یہ کہنا کس قدر خلاف واقعہ ہے۔ کہ مسلمانان ہند کے آبا و اجداد زبردستی مسلمان بنالئے گئے تھے۔ جس طرح آج مسلمان ترقی کر رہے ہیں۔ اور ہندو کم ہو رہے ہیں۔ اسی طرح اس وقت بھی مسلمان بڑھے اور ہندو کم ہوئے۔ جس وقت کا ذکر ڈاکٹر مونجے کرتے ہیں۔ اور اگر مسلمان کچھ بھی ہمت اور کوشش سے کام لیں اور صحیح طور پر تبلیغ اسلام میں مصروف ہوں تو ایسے شاندار نتائج نکل سکتے ہیں کہ ہندوؤں کو اپنا خاتمہ بہت ہی قریب نظر آنے لگے۔

پنجاب کے ہندوؤں کے متعلق

ایک سیشن جج کا ریمارک

ملتان کے ہندو مسلم فسادات میں جس قدر مسلمانوں کو گرفتار کیا گیا تھا۔ ان میں سے بہت سے ناکردہ گناہ ثابت ہوئے۔ اور سیشن جج مسٹر ابراہام نے کئی ایک ملزموں کو بری کردیا ہے ان مقدمات کے متعلق جج صاحب موصوف پر ہندوؤں کی بیجا سرگرمیوں کا جو اثر ہوا۔ اس کا اظہار انہوں نے ایک فیصلہ میں ان الفاظ کیا ہے۔

"پنجاب کے ہندوؤں کے اندر یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ کہ وہ دوسروں کے جذبات کا لحاظ کرنے میں سست ہوتے ہیں۔"

یہ اس صوبہ کے ہندوؤں کی حالت ہے۔ جہاں مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کی تعداد بہت کم ہے۔ لیکن جہاں ہندوؤں کی کثرت ہے۔ وہاں کے مسلمانوں پر جو کچھ گذرتی ہے۔ وہ اور بھی زیادہ رنجیدہ ہے۔ اس ساری خرابی کی وجہ مسلمانوں کی ناطاقتی اور بے چارگی ہے۔ اگر مسلمان بات بات میں اس طرح ہندوؤں کے محتاج اور دست نگر نہ ہوں۔ جس طرح کہ وہ ہیں تو کوئی وجہ نہیں۔ ہندو ان کے جذبات و احساسات کا لحاظ کرنے میں اس قدر سست ہوں۔ کیا مسلمان اپنی افسوسناک حالت کو بدلنے کی کوشش نہیں کریں گے۔

پشاور کی آگ

پچھلے دنوں پشاور میں جو ہولناک آتش زدگی ہوئی۔ اور جو باوجود ہر قسم کے ذرائع استعمال کرنے کے ۸ گھنٹے تک بجھائی نہ جاسکی۔ اس کے متعلق ہم نے ایک مضمون میں ان افواہوں کی تحقیقات کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ جو آگ کے وسعت پذیر ہونے کے متعلق پھیلی ہوئی تھیں۔ معاصر "شباب" راولپنڈی (۲۰ اکتوبر) لکھتا ہے۔

"ہمیں بھی یہ اطلاعات موصول ہوتی رہی ہیں۔ کہ کریم پورہ کی آتش زدگی خواہ اتفاقی ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اس کی شدت ہلاکت آفرینی اور اس کی سرعت رفتار کی تفسیر تیزاب کے وہ پیپے اور بم کے وہ گولے ہیں۔ جن کا ہر حساس ہندو کے گھر میں موجود رہنا سنگٹھن کا اصل الاصول ہے۔"

اگر گورنمنٹ کی طرف سے تحقیقات پر یہ باتیں درست ثابت ہوں۔ تو ہم ان ہندوؤں کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کرانے کے خواہشمند نہیں ہیں۔ جو آگ کی لپیٹ میں آکر خود بھی خانماں برباد ہوگئے۔ بلکہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ جن مسلمانوں کے گھر تباہ ہوئے اور سب کچھ جل کر خاک سیاہ ہوگیا۔ ان کو معاوضہ دیا جائے +

ذاتی حفاظت کیلئے ہتھیار

سکھ اخبار لائل گزٹ راجپال کو پستول دئے جانے کی تائید کرتا ہوا لکھتا ہے۔

"یہ ایک عجیب ملک ہے جس میں ہم آباد ہیں۔ یہاں سلف ڈیفنس کے لئے کسی کو بلا لائسنس ہتھیار رکھنے کی اجازت نہیں۔ اور اگر کوئی شخص اجازت طلب کرتا ہے۔ تو عموماً انکار کر دیا جاتا ہے۔" (۲۰ اکتوبر)

سکھ جنہیں کرپانیں یعنی تلواریں رکھنے کی کھلی اجازت ہے۔ جب اس قسم کا ریمارک کرسکتے ہیں۔ تو وہ لوگ جنہیں سلف ڈیفنس کے لئے کرپان کی قسم کا بھی کوئی ہتھیار رکھنے کی اجازت نہیں۔ ان کے اس بارے میں جو جذبات ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہیں۔ لیکن افسوس کہ گورنمنٹ اس نہایت ضروری امر کی طرف تاحال متوجہ نہیں ہوئی۔

مندر اور چکلے

کچھ عرصہ ہوا۔ گاندھی جی نے کہا تھا۔ خدا بعض مندروں میں بھی اسی طرح رہتا ہے۔ جیسا کہ چکلوں اور زناخانوں میں پایا جاتا ہے اس بیان پر ہندوؤں نے جو اعتراضات کئے۔ ان کا جواب دیتے ہوئے آپ نے کہا کہ جو کچھ میں کہہ چکا ہوں اس میں ایک لفظ کی بھی تبدیلی کا ارادہ نہیں۔ ایک پہلو سے یہ بالکل صحیح ہے۔ کہ خدا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ خدا چوروں کے غاروں میں بھی پایا جاتا ہے وہ عوام کی قیام گاہوں میں بھی موجود ہے۔ اور ان مکانوں میں بھی ہے جہاں بُرے کام ہوتے ہیں۔ لیکن جب ہم خدا کے روبرو دعا و نیاز کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ تو ہم ان جگہوں کی تلاش کی بجائے معبد اور مندر میں جاتے ہیں۔ کیونکہ یاد الٰہی کے یہ مرکز عبادت کے خالص اور پاک احساسات و جذبات سے معمور ہوتے ہیں اس معنی میں میں ذاتی واقفیت کی بنا پر کہہ سکتا ہوں۔ کہ بعض ہندو مندروں میں خدا نہیں رہتا۔ اور اگر رہتا ہے۔ تو اسی طرح جس طرح کہ زناخانوں میں رہتا ہے۔ اگر میرا یہ بیان بعض ہندوؤں کے جذبات کو مجروح کرتا ہے۔ تو میں اظہار افسوس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں ہاں اظہار حق اور خود ہندو مذہب کی حمایت کیلئے میں اس بیان کو واپس لینے یا اس میں کچھ تبدیلی کرنے کی گنجائش نہیں پاتا۔

مس میو کی کتاب پر ناراض ہونے والے ہندوؤں کو گاندھی جی کے یہ خیالات نہیں بلکہ ذاتی مشاہدات بغور ملاحظہ کرنے چاہئیں۔ اور پھر بتانا چاہیئے۔ کہ ان رازہائے نہفتہ کا افشا کرنے کی وجہ سے گاندھی جی زیادہ مجرم ہیں۔ یا مس میو +

عورتوں کو خرید و فروخت سے روکو

اگر گجرات کے اخبار "القصاص" (۷ اکتوبر) کے یہ الفاظ صحیح معلومات پر مبنی ہیں۔ کہ

"بعض شریر اور بدمعاش شہری دیہات کی ان نوجوان عورتوں کی تصویر لے لیتے ہیں۔ جو بن سنور کر کھلے منہ سینہ تانے بازاروں اور گلیوں میں پھرتی یا دوکانوں پر بے پردہ خرید فروخت کرنے آتی ہیں" تو ان مسلمانوں کو بے غیرتی اور بے حمیتی کے سمندر میں ڈوب مرنا چاہیئے۔ جو اپنی عورتوں کو خرید فروخت کے لئے بازاروں میں جانے سے نہیں روکتے۔ اور ہندو دوکانداروں کی دوکانوں پر جانے سے باز نہیں رکھتے +

ہم نے تو دیکھا ہے کہ نہ صرف دیہاتی عورتیں بلکہ برقعہ پوش شہری عورتیں بھی بڑی آزادی کے ساتھ منہ کھولے ہندو دوکانوں پر بیٹھی خرید و فروخت کر رہی ہوتی ہیں مسلمانوں کو آج کل کے نازک حالات مدنظر رکھتے ہوئے عورتوں کو قطعاً اس قسم کی حرکات کی اجازت نہ دینی چاہیئے +

آرین کانگریس کی ایک خطرناک قرارداد

آریہ کانگریس دہلی میں جو کچھ کیا گیا۔ وہ تو مفصل تبصرہ کا محتاج ہے لیکن ایک بات جو سب سے زیادہ خطرناک اور مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے والی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ایک قرارداد میں جہاں گورنمنٹ کو دھمکی دی گئی ہے۔ وہاں مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کو تشدد پر ابھارا گیا ہے۔ چنانچہ اخبار ملاپ ۶ نومبر لکھتا ہے۔

"اس ریزولیوشن پر بڑی طویل بحث ہوئی۔ جس میں گورنمنٹ اور مسلمان لیڈروں کو متنبہ کیا گیا تھا۔ کہ اگر یہ قتلوں کی جدوجہد جاری رہی اور گورنمنٹ نے اسکو بند کرنیکے لئے مؤثر کارروائی نہ کی۔ اور اگر مسلمان لیڈروں نے بھی اپنے فرض کو پورے طور پر ادا نہ کیا۔ تو یہ عین ممکن ہے کہ ہندو جماعت کے جذبات بھی بھڑک اٹھیں۔ اور لیڈروں کی مشترکہ کوششوں کے باوجود بھی وہ منضبط میں نہ آسکیں بلکہ ان سے تشدد کا ظہور ہونے لگے۔ تو ہندو جاتی اسکے لئے ذمہ دار نہ ہوگی" گورنمنٹ بھی اپنا فرض ادا کر رہی ہے۔ اور مسلمان لیڈر بھی اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کر رہے۔ لیکن فتنہ کا اصل موجب اور اشتعال کا اصل باعث جو خود ہندو اپنی بدزبانی اور بے ہودہ سرائی سے پیدا کرتے ہیں۔ جب تک دور نہ ہو۔ اسوقت تک نہ گورنمنٹ کی ذمہ داری

کچھ کرسکتی ہے۔ اور نہ مسلمان لیڈر ذمہ لے سکتے ہیں۔ آریوں کو چاہیئے۔ کہ خود فتنہ انگیزی کے اسباب پیدا کرنے سے باز رہیں۔ تاملک میں امن وامان قائم ہو + ہمارے نزدیک چونکہ آرین کانگرس کا مذکورہ بالا ریزولیوشن تمہید ہے۔ اس جور و تشدد کی۔ جو نئے سرے سے آریہ شروع کرنا چاہتے ہیں اس لئے ہم مسلمانوں کو خاص طور پر محتاط رہنے اور ہر قسم کے فتنہ و فساد سے بچنے کی سخت تاکید کرتے ہیں +

لنڈن کے ایک بہت بڑے گرجا میں احمدی مبلغ کا لیکچر

عیسائیت اسلامی نقطۂ خیال سے

لنڈن میں ایک سوسائٹی بنام Fellowship of Faiths قائم ہوئی ہے۔ جس کے پہلے اجلاس کی کارروائی جوسٹی ٹمپس نامی گرجا میں ہوئی تھی۔ اور جبکہ سب سے پہلی مرتبہ ایک عیسائی گرجا میں ایک احمدی نے اذان دی تھی۔ الفضل کے کسی گذشتہ پرچہ میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کے دوسرے اجلاس میں جو مضمون مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم اے امام مسجد احمدیہ لنڈن کی طرف سے جناب چودہری ظفر اللہ خاں صاحب بی۔ اے بیرسٹرایٹ لاء نے مندرجہ بالا عنوان سے پڑھا۔ اس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے۔

بہنو اور بھائیو!

قبل اس کے کہ میں نفس مضمون کے متعلق اظہار خیالات کروں میں ایک نہایت اہم امر کی طرف آپ صاحبان کی توجہ منعطف کراتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ہر ایک شخص کو اپنے مذہب کی نمائندگی کرتے ہوئے اسی مذہب کی مستند مذہبی کتب سے اپنے پیش کردہ خیالات کا ثبوت دینا چاہیئے۔ اور ادہر اُدھر سے جمع شدہ خیالات کو پیش کرنے پر اکتفا نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ ایسا کرنا ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھنے کے مترادف ہے بنابریں میں اپنے خطبہ کی بنیاد اسلام کی مقدس کتب پر ہی رکھوں گا۔

اس کے بعد میں اس سوسائٹی کا ایسی مجالس منعقد کرنے کی وجہ سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کیونکہ دوسرے مذاہب کے متعلق تمسخر و استہزاء شریرانہ فعل اور امن عالم کے لئے نہایت ہی تباہ کن حرکت ہے۔ اسلام ایسے استہزاء کی اجازت نہیں دیتا۔ جیسا کہ فرمایا۔ بُت پرستوں کے بتوں کو بھی گالی مت دو۔ کیونکہ وہ جہالت کی وجہ سے تمہارے خدا کو گالی دیں گے۔ پھر صرف یہی نہیں۔ کہ اسلام ایسے تمسخر کی اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ ہر ایک مسلمان کو یہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ دوسرے مذاہب کی خوبیوں کا اعتراف کرے۔ صداقت اور حکمت کی بات خواہ کہیں سے ملے۔ اور کسی بھی شکل میں ملے۔ اس کا ترک کرنا اسلامی حکم کی نافرمانی ہے۔ محبت کے جوش میں لوگ اپنے دوستوں کی برائیوں سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ اور نفرت و تعصب کی بنا پر اپنے مخالفوں کی خوبیوں کا بھی اعتراف نہیں کرتے۔ مختلف مذاہب کے پیرو اپنے مخالفوں کی خوبیوں کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔ اور ان کو محض بُرائی اور فسق و فجور کا ہی سزاوار سمجھتے ہیں مگر اسلام ایسی تنگ دلی کا سخت مخالف ہے۔ اور سچا اور کامل مذہب ہونے کے دعویٰ کے ساتھ ہی تمام موجودہ مذاہب کی خوبیوں کا معترف ہے۔ اور دیگر مذاہب کو بھی ایسا کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ قرآن شریف میں آتا ہے۔ یہودی کہتے ہیں۔ عیسائیت بے حقیقت ہے۔ اور عیسائیوں کا قول ہے۔ کہ یہودیت باطل ہے۔ حالانکہ دونوں کتاب پڑھتے ہیں ایسا کہنے والے یقیناً جاہل لوگ ہیں۔

اس آیت کریمہ میں ایک مذہب کے متبعین کو دوسرے مذہب کی اچھی باتوں کی قدر کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس پر چلنے سے دنیا میں محبت اور باہمی ہمدردی کا دور دورہ ہو سکتا ہے لہذا میں بہت خوش ہوں۔ کہ مجھے عیسائیت جس کو اسلام سے قریبی رشتہ ہے۔ کی خوبیوں کا پبلک طور پر اعتراف کرنے کا موقعہ بہم پہنچایا گیا ہے۔

عیسائیت سے میری مراد وہ اقوال اور اصول نہیں ہیں۔ جو یسوع مسیح کی وفات کے بعد مختلف گرجوں نے اس میں شامل کر دئے ہیں۔ بلکہ یسوع مسیح کا خالص اور سادہ مذہب ہے۔ یسوع مسیح کا اصلی مذہب قرآن میں متعدد بار ان کے اپنے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

یقیناً خدا وہی ہے۔ جو میرا اور تمہارا مالک ہے۔ اس لئے اسی کی عبادت کرو۔ اور یہی سیدھا راستہ ہے یعنی ایک خدا کی پرستش کرو۔ جو زمین اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔

یہ تمام مذاہب کا نچوڑ ہے۔ اور اسلام اس پر خاص زور دیتا ہے۔ اور یہ اسلام کے عام پسند کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا صحیح ترجمہ ہے۔ یسوع مسیح بھی اُسی روحانی باپ کا نام بلند کرتا تھا۔ جو ہمارا محبوب اور معبود ہونا چاہیئے۔

مسیح ابن مریم کو میں انسان یقین کرتا ہوں مجسم خدا نہیں مانتا۔ دراصل میں مجسم خدا کی تھیوری کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ ہاں میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ عیسائیت کا بانی برگزیدہ رسول تھا۔ اس کی انسانیت خدا کے دوسرے برگزیدہ رسولوں کی طرح روحانیت کے رنگ میں رنگین تھی۔ جس طرح کہ آگ لوہے کو اپنے رنگ میں رنگین کر دیتی ہے۔ اور بادی النظر میں آگ اور لوہے میں کوئی تمیز نہیں ہو سکتی۔ بعینہٖ جس طرح ایک لڑکا شکل و صورت میں اپنے باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ یسوع مسیح بھی خدا تعالےٰ کے صفات کا مظہر تھا۔ خلاصہ یہ کہ وہ دنیا کے عظیم الشان مصلحین میں سے ایک تھا۔ قرآن کریم میں اس کا ذکر ۲۵ مرتبہ آیا ہے۔ اور نو مرتبہ اُسے مسیح کہا گیا ہے۔ اس کی ماں کا نام اکتیس ۳۱ مرتبہ آیا ہے۔ قرآن کریم میں وارد ہے کہ یسوع مسیح خدا تعالےٰ کے حکم سے اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا بخشتا تھا۔ اور مردے زندہ کرتا تھا۔ مگر جسمانی مردوں کو زندہ کرتا نہیں تھا بلکہ اس سے مراد مردہ دلوں کو روحانیت سے زندہ کرنا تھا۔ جو کہ حقیقتاً ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔ قرآن شریف یہ بھی فرماتا ہے۔ کہ یسوع مسیح اس دنیا میں بھی قابل عزت ہے اور خدا کے حضور بھی معزز ہے۔

مجھے دنیا کے کسی دوسرے مذہب کا علم نہیں۔ جو عیسائیت کی اس حد تک تعریف کرتا ہو۔ مگر اسلام اور عیسائیت یہاں تک اشتراک رکھتے ہیں۔ دراصل آدم سے لیکر احمد قادیانی تک تمام انبیاء بنی نوع انسان کی مشترکہ جائداد ہیں۔

بہنو اور بھائیو! اختلافات ہمیشہ رہے ہیں۔ اور ہمیشہ رہینگے۔ اس لئے آؤ۔ کہ ہم اپنے آپ کو روایتی قیود سے آزاد کریں۔ اور تعصب کی زنجیروں کو توڑ کر اصولی باتوں میں ایک دوسرے کے ساتھ متحد ہوں۔ صرف خوبیوں کا اعتراف کرنا کافی نہیں۔ بلکہ ان کی سرپرستی کرنا بھی ضروری ہے۔ اس لئے اسلام اس سے بھی آگے قدم رکھتا ہے۔ اور ایک مسلمان کے لئے مسیح پر ایمان رکھنا ضروری قرار دیتا ہے۔ نیز محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت عیسیٰؑ کی پیشگوئیوں کے مطابق آیا ہوں۔ اور ان کا پورا کرنے والا ہوں۔ اس لئے جو عیسیٰؑ کو نہیں مانتا۔ وہ آپ کو بھی نہیں مان سکتا۔ اور حضرت عیسیٰؑ کو ماننے کے بغیر کوئی شخص محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پیرو نہیں بن سکتا۔ کیونکہ جو خدا کے ایک مرسل کا انکار کرتا ہے۔ وہ گویا سب کا ہی منکر ہے۔ کیونکہ وہ سب اُسی ایک خدا کے مظہر ہیں۔ اس لئے کیا میں امید کر سکتا ہوں۔ کہ اگلی مرتبہ جب اسلام کے لئے خراج تحسین وصول کرنے کا موقعہ ہوگا۔ میرے عیسائی دوست دلیری سے کام لیتے ہوئے اس بات کا اعلان کریں گے کہ ایک عیسائی جب تک محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان نہ لائے

عیسائی نہیں رہ سکتا۔"

یہ مضمون سامعین نے نہایت توجہ اور دلچسپی سے سنا۔ اور مسز اینی بسنٹ نے کہا۔ یہ پہلا پرچہ ہے۔ جو اصل مضمون کے متعلق پڑھا گیا ہے۔ ولایت کے مشہور اخبار مارننگ پوسٹ (۴ راکتوبر) نے اس کے متعلق لکھا۔

"عربی شیوخ کے متعلق جو ناول لکھے گئے ہیں۔ ان کو پڑھکر ہر شخص یہی سمجھتا ہے۔ کہ سچا مسلم وہی ہو سکتا ہے۔ جو ایک عیسائی کو دیکھکر "کافر کو مار دو" کا نعرہ لگاتے۔ مگر اصل بات یہ ہے۔ کہ مسلمان یسوع مسیح کو خدا کا سچا رسول تسلیم کرتے ہیں۔ اس کا نام ۲۳ مرتبہ قرآن کریم میں آیا ہے۔ اور نو مرتبہ اسے مسیح کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ اور اس کی ماں کا ذکر ۳۱ مرتبہ آیا ہے۔ یہ وہ حقائق ہیں۔ جن کا اظہار مسجد لندن کے مولوی اے۔ آر۔ درد صاحب نے ایک آزاد خیال سوسائٹی میں کیا"

دیگر مذاہب کے نمائندوں کے مضامین

اس جلسہ میں دیگر مذاہب کے قائم مقاموں نے بھی مضامین پڑھے۔

Miss Sybil Thorndike نے عبدالبہاء کا ایک مضمون عیسائیت کی تعریف میں پڑھا۔ جس میں لکھا تھا۔ کہ مسیح مظہر الہیٰ تھا۔ اور تمام صفات الہیہ کا منبع۔ اور اس کی تعلیم وہی تھی۔ جو باقی تمام مذاہب کی ہے ۵۰۰ سال پہلے ایران میں کوئی شخص انجیل کو ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔ مگر بہاء اللہ نے آ کر لوگوں کو اس طرف توجہ دلائی۔ کہ وہ اس کلام الہیٰ کو پڑھا کریں۔ چنانچہ اب بہائی تمام مشرق میں بائبل پڑھتے ہیں۔ اور اس کے معنے سمجھتے ہیں۔ زرتشت مذہب کے نمائندہ Dr: A. D. Zilla نے بیان کیا۔ کہ ہر انسان نیکی اور بدی کرنے میں آزاد ہے۔ پارسی مذہب خیالات اور اعمال کی پاکیزگی کی تعلیم دیتا ہے۔ اور ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم ہر جگہ بدی کا مقابلہ بہادر سپاہیوں کی طرح کریں۔

Mr: S. N. Mallik ہندوؤں کی طرف سے نمائندہ تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ ہندو سب سے زیادہ عیسائیت کے قریب ہیں۔ کیونکہ وہ بھی نرمی کی تعلیم دیتے ہیں۔ پھر انہوں نے عیسائی مشنریوں کے کام کی بہت تعریف کی اور کہا ہندوؤں نے ان سے بہت کچھ سیکھا ہے۔

Rev: A. A. Green یہودیوں کی طرف سے نمائندہ تھے۔ انہوں نے صفائی سے بیان کیا۔ کہ عیسائیت کے بہت سے اصول کے ساتھ یہود کو سخت اختلاف ہے۔ مگر مذہب اعتقادات سے ایک بالا چیز ہے۔ اس لئے جو مذہب خلاص سکھاتا ہے۔ وہ ٹھیک ہے۔ انہوں نے کہا ہم نے جو مصائب اب تک اٹھائی ہیں۔ ان کے لئے نہ مسیح کو نہ عیسائیت کو ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ ضرور کہتے ہیں۔ اگر صلیب کا ایک دن مذہب کی بنیاد ڈالنے کے لئے کافی ہو سکتا ہے تو کیا دو ہزار سال کی مصائب ہمارے لئے کچھ معنی نہیں رکھتیں یہود ہر اس اچھی بات کی قدر کرتے ہیں۔ جو نا عمرہ کے ایک یہودی نے سکھائی ہے۔

Sir Arthur Conan Doyle نے جو کہ Spiritualist کے نمائندہ تھے۔ فرمایا۔ ان کے مذہب کا مقصد یہ ہے۔ کہ وہ صحیح اور اصلی عیسائیت کو دنیا میں قائم کریں۔ انہوں نے کہا۔ انہیں یقین ہے۔ کہ خدا اب بھی دنیا میں اپنا پیغام اپنے رسولوں کے ذریعہ بھیجتا ہے۔

انگریگا دھرم پال بدھ مذہب کی طرف سے نمائندہ تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ گو اہل مغرب نے عجیب عجیب ایجادیں کی ہیں۔ مگر اب تک کوئی روحانی پیشوا نہیں پیدا کیا۔ یہ فخر ایشیاء کو ہی حاصل ہے۔ انہوں نے کہا۔ وہ عہد جدید کی تعلیم کو تو پسند کرتے ہیں۔ مگر عہد عتیق کو نہیں۔ عیسائیوں کو چاہیئے کہ وہ مسیح کی تعلیم پر عمل کریں۔

نور الدین احمد ابن میاں معراج الدین صاحب عمر

افریقہ میں تبلیغ اسلام

احمدیہ مشن نائیجیریا خدا کے فضل و کرم سے نمایاں ترقی کر رہا ہے۔ مختلف مقامات اور علاقوں میں اس کی شاخیں قائم ہو رہی ہیں۔ جو عمدگی کے ساتھ کام کر رہی ہیں۔ سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے۔ کہ خود مقامی لوگ تبلیغ اور اشاعت اسلام میں حصہ لے رہے ہیں۔ اور اس طرح احمدی مبلغ ان علاقوں میں مستقل کارکن پیدا کر رہے ہیں۔ چنانچہ نائیجیریا مشن کی شاخ اگبجو کے متعلق جو مختصر حالات مشن کے سکرٹری محمد عبد القادر نے لکھکر بھیجے ہیں۔ ان میں لکھتے ہیں۔

ستمبر ۱۹۲۶ء میں چند ایک مسلمان اس علاقہ میں داخل ہوئے۔ جو اپنی مستعدی استقلال اور نیک نمونہ سے ایک خاص جماعت تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ چنانچہ ایک ہی ماہ کے عرصہ میں ایک مسجد بنائی گئی۔ جس کا نام المسجد رحیمیہ الاقصیٰ ہے۔ اور اسی ماہ میں ہمارے امام اے۔ آر۔ ڈین صاحب نے جو ایک مستعد اور سرگرم مبلغ ہیں۔ ایک سکول بھی کھول دیا۔ اور تین ماہ تک بچوں کو بلا معاوضہ تعلیم دیتے رہے۔ آخر کام کی زیادتی کی وجہ سے جماعت لیگوس سے درخواست کی گئی۔ کہ وہ کوئی موزوں مدرس یہاں بھیجے۔ اسی مقصد کو لیکر امام صاحب نے خود بھی لیگوس کا سفر کیا۔ اور اب مدرس کا تقرر منظور ہو گیا ہے۔

گو مخالفین نے ہمارے راستہ میں روکیں بھی ڈالیں۔ اور سکول کو بند کر دینے پر زور دیا۔ مگر حکام بالا دست نے ان کو سمجھا کر مخالفت سے روکا۔ اور ہمیں تبلیغ اسلام کی اجازت دیدی۔ اس شہر میں جملہ مسلمانوں کی تعداد اس وقت ساٹھ ہے۔

جماعت میں اخلاق خدا ترسی اور روحانی ترقیات کی تعلیم کے لئے ایک کلاس کھولی گئی ہے جس میں مرد و عورت دونوں کو قرآن شریف اور نماز پڑھائی جاتی ہے۔

جناب مفتی محمد صادق صاحب سیلون کے اخبارات میں

سیلون کے انگریزی اخبارات نے جناب مفتی محمد صادق صاحب کے لیکچروں کے متعلق جو نوٹ شائع کئے ہیں۔ ان میں سے دو کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

اخبار سیلون ڈیلی نیوز (۲۵ راکتوبر) لکھتا ہے۔

ویزلی کالج لٹریری ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام ڈاکٹر ایم۔ ایم صادق نے کل طلباء کے سامنے زیر صدارت پرنسپل کالج ہزار یورنڈ ہیچنس اپنے وہ تجربات بیان فرمائے۔ جو آپکو قیام یورپ اور امریکہ کے زمانہ میں حاصل ہوئے تھے۔ دوران تقریر میں آپ نے کئی ایک دلچسپ واقعات بیان کئے۔ اور غیر ممالک میں زندگی بسر کرنے کے متعلق طلباء کو وہاں کے اخلاق اور طرز معاشرت کے بارے میں مفید معلومات بہم پہنچائیں۔ تقریر نصف گھنٹہ تک جاری رہی۔ اور اختتام پر مسٹر سیکٹی ڈی سلوا نے کالج کی طرف سے آپکا شکریہ ادا کیا۔

اخبار سیلون انڈیپنڈنٹ ۲۵ راکتوبر میں ایک نامہ نگار لکھتا ہے۔

ینگ مسلم لیگ کے جو کہ روشن دماغ اور آزاد خیال افراد پر مشتمل ہے اجلاس میں دو معزز اشخاص ڈاکٹر صادق اور مسٹر حمید کو نیو مور سٹریٹ کے سکول میں "حفظان صحت کے متعلق حضرت رسول کریم کے ارشادات" بیان کرنے کا موقعہ دیا گیا۔

میں بخوشی اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ مسلم لیگ کے ممبروں نے اخوت اور رواداری کا نمونہ دکھایا ہے۔ گذشتہ سال جب خواجہ کمال الدین صاحب سیلون میں لیکچروں کے متعلق خط و کتابت کر رہے تھے تو اس کے خلاف ایک عام مخالفت کی لہر پیدا ہو گئی تھی۔ اور وہ اس جزیرہ میں نہیں آ سکے تھے اب حالات تبدیل ہو گئے ہیں۔ اور قومی بیداری کے ساتھ رواداری کی سپرٹ بھی پیدا ہو رہی ہے۔ غیر مسلم اصحاب نے فاضل ڈاکٹر کے ساتھ مختلف مسائل پر لیکچر اور ملاقاتوں کا انتظام کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب یہاں قلیل عرصہ ہی

آسٹریلیا کے حالات

دیوان بہادر ٹی رنگا چاریر نے ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو گیٹی تھیٹر میں بصدارت سر محمد حبیب اللہ صاحب اپنے سفر آسٹریلیا کے دلچسپ حالات اہل شملہ کو سنائے۔ جس کی مفصل روداد مسلم آؤٹ لک مطبوعہ ۱۸ اکتوبر میں شایع ہوئی ہے۔ ناظرین الفضل کی دلچسپی کے لئے ہم کچھ مختصر حالات روزنامہ مذکور سے ترجمہ کرکے اقتباساً پیش کرتے ہیں۔ دیوان بہادر رنگا چاریر مدراس کے رہنے والے ہیں۔ منجانب لیجسلیٹو اسمبلی ہندوستانیوں کے حقوق کی حفاظت کی غرض سے آسٹریلیا بھیجے گئے تھے۔ اور امید ہے۔ کہ اُن کی نمائندگی اور دوستانہ تعلقات سے آسٹریلیا کے حکام اہل ہند کی طرف زیادہ محبت کا میلان ظاہر کریں گے۔ دیوان بہادر کی تقریر میں ایک فقرہ زیادہ قابل غور اور سبق آموز ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے اپنی واپسی پر جب پھر اپنے ہم وطنوں کی حالت کو دیکھا۔ اور یہ معلوم کیا۔ کہ ہم نسبتاً کس قدر حقیر غذا۔ ادنےٰ قسم کا لباس اور ادنےٰ قسم کے مکانات پر گزارہ کرتے ہیں حالانکہ اس ملک میں قدرتی پیداوار بکثرت ہے۔ تو بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ دیوان بہادر نے فرمایا کہ آسٹریلین ہر شعبۂ زندگی میں حیرت ناک ترقی کر رہے ہیں۔ قومی گورنمنٹ اِن کی قدم قدم پر معاونت کرتی ہے۔ اُن کی زندگی کی نمایاں خصوصیت یہ ہے۔ کہ تعلیم مفت دی جاتی ہے زراعت کا فن مکمل اور تازہ بتازہ تجربات سے آراستہ ہے حفظانِ صحت کا نہائت اعلےٰ پیمانہ پر انتظام ہے۔

مسٹر رنگا چاریر سے پہلے ہندوستان کی نمائندگی کے لئے اول مرتبہ مسٹر شاستری پھر مسٹر شان موکم چیٹی بھیجے جا چکے ہیں۔ اس پر کسی نے یہ فقرہ کسا تھا۔ کہ ساری ڈپلومٹک قابلیت مدراسیوں کے ہی حصہ میں آگئی ہے۔

بقول سر حبیب اللہ اس میں شک نہیں کہ اہل مدراس کا آسٹریلیا میں ہندوستانیوں کو حقوق دلوانے میں بہت بڑا دخل ہے۔ مسٹر شاستری جب آسٹریلیا گئے تھے۔ تو اہل ہند مقیم آسٹریلیا کو پارلیمنٹ کے انتخاب نیابت کا کوئی حق نہ تھا۔ مگر موجودہ وزیر اعظم آسٹریلیا کی جرأت قابل شکر گزاری ہے۔ کہ انہوں نے پارلیمنٹ کے خاص قانون کے ذریعہ سے یہ حق اب ہندوستانیوں کو دلوا دیا ہے۔ آسٹریلیا میں دو صوبے ہیں۔ مسٹر رنگا چاریر نے ہر دو صوبہ جات کے وزرا کی خدمت میں صوبائی کونسلوں میں بھی حق انتخاب کے لئے اہل ہند کی نمائندگی کی ہے۔ اور امید ہے۔ کہ ان کی نمائندگی بہت جلد بار آور ہوگی۔ بعض چھوٹے چھوٹے اور بھی مقامی قسم کے حقوق ہیں۔ جن کے بغیر ہندوستانیوں کو آسٹریلیا میں تکلیف ہوتی ہے۔ مثلاً مغربی آسٹریلیا میں کان کھودنے کے لائسنس کا ٹھیکہ بہت ہی دشواری سے ملتا ہے۔ مجموعی حالات کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے۔ کہ ہندوستانیوں کو آسٹریلیا والے نظر محبت سے دیکھتے ہیں۔ اس حالت سے اہل ہند بڑے بڑے سفاد حاصل کر سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ صدہا کتب اور اخبارات کے مضامین سے اہل آسٹریلیا کو ہندوستان کے صحیح حالات اور مقاصد کا اسقدر واضح اور یقین علم نہ ہوتا جس قدر مسٹر رنگا چاریر کی شخصیت سے ہوگیا ہوگا۔ ہر دو ممالک میں تعلقات محبت کی مضبوطی میں ہر دو ممالک کے مختلف الحال اور مختلف الخیال سیاحوں کی سیاحت بہت مؤثر ہو سکتی ہے۔

سر حبیب اللہ نے اپنی ابتدائی تقریر میں یہ بھی فرمایا۔ کہ اس بات کو اہل ہند امید ہے۔ اچھی طرح ذہن نشین کرلیں گے۔ اور یہی طریقہ سلطنت برطانیہ کے جوڑ بند مضبوط کرنے کا سب سے بہتر ہے اس پر لوگوں نے نعرۂ تحسین بلند کیا۔

حالاتِ ہند سے لاعلمی

مسٹر رنگا چاریر نے اپنی تقریر میں فرمایا۔ میں ستر دن آسٹریلیا میں رہا۔ ہندوستان کے متعلق اہل آسٹریلیا کی عدم واقفیت حیرت ناک ہی نظر آئی۔ بعض لوگ مجھے پوچھتے تھے۔ کیا مدراس صوبہ سرحد میں ہے۔ خود مجھے بھی وہاں کے قیام میں یہاں کے حالات کا کوئی علم نہیں ہوتا تھا۔ اگرچہ وہاں اخبارات بکثرت ہیں۔ اور لوگوں کو حالات عالم معلوم کرنے کا شوق بھی بہت ہے۔ مگر ہندوستان کے متعلق سوائے ہندو مسلم کشت و خون یا کسی بڑے جرم کے واقعہ کے اور کچھ نہیں شایع ہوتا تھا۔

حالاتِ ملکی

آسٹریلیا بہت وسیع اور خوشنما ملک ہے اُس کے مناظر بہت خوبصورت ہیں۔ اس کے بندرگاہ شاندار ہیں۔ اور شہروں کی آبادی کی ترتیب خوبصورت ہے۔ آبادی کم ہے۔ اور جسقدر ہے۔ اُس کا اکثر حصہ سواحل پر آباد ہے۔ ہر صوبہ میں سیاحوں کی آسائش کے لئے دفتر کھلے ہوئے ہیں۔ جو چھوٹے چھوٹے رسالوں میں سیر گاہوں کے دلکش حالات اور ان میں قیام کے فوائد طبع کرکے تقسیم کرتے ہیں یہ دفاتر اندرون ملک میں جہاں آبادی کم ہے زیادہ ہیں۔ گورنمنٹ نے اندرون ملک میں اپنے اہتمام سے ہوٹل جاری کئے ہیں۔ اور سامان کی آمد و رفت کے لئے موٹر ٹرانسپورٹ کا سلسلہ جاری ہے۔ جن کا تعلق ریلوے لائنوں سے ہوتا ہے۔ جس طرح مغربی ممالک اور ہندوستان میں غربا کے خستہ حال مکان اور جھونپڑے نظر آتے ہیں۔ آسٹریلیا میں نہیں ہیں۔ اور یہ بات سیاح کے دل پر ابتدا ہی میں نقش ہو جاتی ہے۔ مزدور و سرمایہ دار سب ایک قسم کا لباس پہنتے ہیں۔ ہر شخص کے چہرہ سے خوش حالی نظر آتی ہے۔ ایک بالغ مرد کی فی ہفتہ اوسط مزدوری ۱۲ / ۵ یا تقریباً تیجر روپیہ ہے۔ اسی طرح ہر بالغ عورت کی ہفتہ وار آمدنی کی اوسط ... ہوتی ہے۔ آسٹریلیا میں مزدور پارٹی کی حکومت ہے۔ لیکن تمام سرمایہ دار اور دوسرے پیشے والے اس حکومت کا احترام کرتے ہیں۔ گورنمنٹ نے ہوائی تار برقی کا سلسلہ تمام اندرون ملک میں پھیلا دیا ہے۔ ہر گھر میں آلۂ برقی موجود ہوتا ہے۔ اور اس طرح نہ صرف واقعات ملکی بلکہ دوسرے ممالک کے واقعات کا علم بھی آسٹریلیا کے ہر گھر کو حاصل ہوتا رہتا ہے اس برقی ہوائی پیام رساں سلسلہ کے ذریعہ سے محکمہ تعلیم محکمہ زراعت اور محکمہ حفظانِ صحت ہر قسم کے علوم عوام الناس کو گھر بیٹھے پہونچاتے رہتے ہیں۔ مثلاً محکمہ زراعت نے یہ مقرر کر رکھا ہے۔ کہ بڑے بڑے مقامات میں ہفتہ وار لیکچر فن زراعت پر دئے جاتے ہیں۔ اور ان میں نئے نئے ترقی یافتہ طریقے۔ تخم ریزی۔ نلائی کے بتائے جاتے ہیں۔ اور ہر قسم کے ترقی یافتہ آلاتِ کشاورزی کا علم دیا جاتا ہے۔ اپنے اپنے گھروں میں آلات برقی کے ذریعہ سے سب لوگ یہ لیکچر سنتے ہیں۔ محکمہ زراعت نے یہ بھی انتظام کیا ہے۔ کہ زمینداروں کی بستیوں میں ہر ایک جگہ پر زرعی ٹرین کے نام سے ریلیں جاتی ہیں۔ اور ۷۰ یا ۸۰ مختلف شعبہ جات زراعت کا سامان بہم پہنچاتی ہیں۔ مثلاً گیہوں جو۔ مویشی۔ اشیائے خانہ داری۔ اعلےٰ قسم کے تخم۔ طرح طرح کی کھادیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر عورتیں خانہ داری کے علوم انہیں لیکچروں سے حاصل کرتی ہیں۔ تو زمیندار نئے نئے کاشت کے طریقے سیکھتے ہیں۔ حکومت ہندوستان نے بھی محکمہ زراعت تحقیقات کا شعبہ جاری کیا ہے۔ اور اس نے بیشک قیمتی معلومات بہم پہونچائی ہیں۔ لیکن میں پوچھتا ہوں۔ کہ کیا ہر زمیندار کو ہر گاؤں میں یہ علم پہونچایا جاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہاں ایسا ہونا مشکل ہے۔ کیونکہ یہاں قومی حکومت نہیں ہے۔ آسٹریلیا میں ایک کسان دو جوڑی گھوڑوں سے ۲۰۰ اور ۳۰۰ سو ایکڑ کے درمیان رقبہ کاشت کر سکتا ہے۔

پولنگ کا طریقہ

آسٹریلیا میں فی شخص اوسط آمدنی سالانہ ۱۰۱۲ ۵ روپیہ ہوتی ہے۔ اور فی کس اوسط سرمایہ ۵۴۰۰ روپیہ ہوتا ہے۔ ساٹھ لاکھ آبادی آسٹریلیا کی ہے اس میں سے کم سے کم چالیس لاکھ ایسے آدمی ہیں۔ جنکا روپیہ سیونگ بنک میں جمع رہتا ہے۔ اور بہ نظر حالات بالا یہ تعجب انگیز نہیں ہے۔ اُن کے کاروبار میں باہم تعاون و اعتبار کا بڑا دخل ہے۔ اندرون ملک میں ریل پہونچی ہوئی ہے اور زرعی رقبوں کے لئے ہر ۱۰ میل کے فاصلہ پر اسٹیشن بنے ہوئے ہیں فارموں اور اسٹیشنوں کے درمیان موٹر لاریاں سامان کے لانے لے جانے میں کام دیتی ہیں۔ تمام پیداوار پولنگ سسٹم

کے ماتحت یعنی جماعتی انتظام کے ذریعہ سے منڈیوں میں جاتا ہے۔ جہاں سے اندرون ملک میں بھی بکتا ہے۔ اور بیرونی ممالک کو بھی بھیجا جاتا ہے۔ اس لئے مالک پیداوار کو گھر بیٹھے عمدہ سے عمدہ قیمت مل جاتی ہے۔ یہ نتیجہ باہمی اعتبار کا ہے۔ ہندوستان میں اس اعتبار کے بجائے آپس میں بے اعتباری اور بدگمانی ہے۔ پارٹیوں میں باہم اختلاف مقصد ہے۔ ہندو مسلمانوں میں باہم کشیدگی ہے۔ براہمن اور غیر براہمن کی ناگوار تفریق ہے۔ افسوس کہ ہم اس دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں +

تعلیم

ہندوستان میں تعلیم کا بڑا نقص اس کی طرز اور رفتار میں ہے۔ آسٹریلیا میں ابتدائی تعلیم جبری ہے۔ اور ابتدائی۔ وثانوی تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ ہر صوبہ دوسرے صوبہ کی حکومت سے معاملہ تعلیم میں بازی لے جانے کی کوشش بلیغ کرتا رہتا ہے۔

آسٹریلیا میں تعلیم پر فی کس ۲۴۳ روپیہ سالانہ خرچ ہوتا ہے۔ یعنی ۱۸ پونڈ۔ پس ساٹھ لاکھ نفوس کے لئے ۲ (۱۴۵۸۰۰۰۰۰) روپیہ سالانہ خرچ کیا جاتا ہے۔ تعلیم ایسی دیجاتی ہے۔ کہ عام شعور میں ترقی ہو اور کاروباری زندگی کی تکمیل میں معین ہو۔ کہا جاتا ہے کہ ایک آسٹریلین کسان انگریز کسان سے تگنی پیداوار حاصل کرتا ہے۔ ہندوستان کے مزارعہ کو اُن سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ ہندوستان کی تعلیم کا مطمح نظر ہی کچھ نہیں ہوتا۔ اگرچہ تعلیم کا صیغہ منتقل شدہ صیغہ جات میں سے ہے۔ تاہم کالج کے نصاب میں کتب کا انتخاب بہت غور سے کرنا چاہیئے +

وزرا کی ذمہ داری

سر حبیب اللہ اس کے ذمہ دار ہیں۔ کہ وہ وزرائے تعلیم و دیگر افسرانِ محکمہ تعلیم کو متوجہ کریں۔ کہ لڑکے اور لڑکیوں کی تعلیم صحیح اصولوں پر ہو۔ صوبہ جات کے وزرا تو زیادہ تر ووٹوں کی فکر میں رہتے ہیں۔ تاکہ ان کی وزارت قائم رہے۔ بعض وزیر ایسے ہیں۔ کہ اُن کی کوئی ذاتی رائے ہی نہیں ہے۔ ہمارے وزرا کو بیرونی ممالک کا سفر کرنا چاہیئے۔ تاکہ انہیں معلوم ہو۔ کہ دوسرے ممالک میں وزرا کیا فرائض انجام دے رہے ہیں +

آسٹریلیا میں ہندوستانی

آسٹریلیا میں دو ہزار ہندوستانی ہیں۔ جن میں اکثر پنجابی اور سندھی مسلمان ہیں۔ جو ابتدا میں بطور خلاصی اور بعد میں بحیثیت کاشتکار اور پھیری والے دوکاندار کے گئے ہیں۔ وہ کیلے کی کاشت بہت اچھی طرح کرتے ہیں۔ اور ہر ایک ہندوستانی مطمئن اور خوشی کی زندگی بسر کرتا ہے۔ ہندوستانیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہے۔ جو ہندی پہلے سے وہاں آباد ہیں۔ ان کے ساتھ امتیاز رنگ کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ البتہ یہ امتیاز ان کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے۔ جو اب غیر ممالک سے آباد کار آتے ہیں۔ آسٹریلیا والے یہ نہیں چاہتے۔ کہ آباد کاروں کی آمد ملک میں آزادانہ ہو۔ کہ وہ یہاں آکر اُن کی زندگی دوبھر کر دیں۔ اور شرح مزدوری کم کر کے سامان زندگی میں قلت پیدا کرنے کا سبب بن جائیں۔ ہندوستانی سیاحوں اور مسافروں کے ساتھ سلوک اچھا کیا جاتا ہے۔ تاہم میں نے وہاں کے لوگوں میں یہ بات ذہن نشین کی ہے۔ کہ ہندوستانی سلطنت برطانیہ کا جز ہیں۔ اس لئے آباد کاری کے معاملہ میں اونہیں ترجیح دینا چاہیئے۔

ہندوستانیوں نے یہ بڑی غلطی کی ہے۔ کہ اکثر یہاں سے بگڑ گئے ہیں۔ اس لئے جیسے ہندوستانی انگریزوں کو اس لئے ناپسند کرتے ہیں۔ کہ وہ یہاں ابن السبیل کی حیثیت سے رہتے ہیں۔ روپیہ کماتے ہیں۔ اور پھر انگلستان بھاگ جاتے ہیں۔ آسٹریلین بھی ایسے ہندوستانیوں کو اسی بنا پر ابن السبیل سمجھتے ہیں۔ یعنی یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ان کو اس ملک کی بہبودی سے کوئی پختہ سروکار نہیں ہے آسٹریلیا والے چینیوں اور جاپانیوں کی آباد کاری سے قومی خطرہ محسوس کرتے ہیں لیکن میں نے ان سے بار بار کہا ہے۔ کہ ہندوستانیوں کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں ہونا چاہیئے۔ اور مجھے امید ہے۔ کہ آخر کار اس میں کامیابی ہوگی۔

دور اطمینان

آسٹریلیا بڑا ملک ہے۔ یہاں کے لوگوں میں دو دا شتہ انگریزی غرض موجود ہے ان کی قومی حکومت ہے۔ جو عمدہ تعلیم دیتی ہے اور سکول سے لیکر اوپر تک تمام آدمی بحیثیت ایک ٹیم کے کام کرتے ہیں (جیسے ہاکی یا کرکٹ کا ٹیم جس میں ہر شخص ایک ایک ڈیوٹی انجام دیتا ہے۔ اور ایک دوسرے کیساتھ تعاون کرتا ہے تاکہ فتح حاصل ہو) یہی وجہ ہے کہ یہ ملک اسقدر جلد جلد ترقی کر رہا ہے اور آسودہ ہو رہا ہے۔ غریب اور امیر میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ جدھر دیکھو۔ دور اطمینان اور فارغ البالی نظر آتا ہے

سر محمد حبیب اللہ نے اس تقریر کے خاتمہ پر یقین دلایا کہ اگر اہل ملک میرے ساتھ تعاون باہمی رضامندی اور اعتبار سے کام لیں تو میں اُن کی خدمت کے لئے ہر وقت حاضر ہوں۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ ترقی تعلیم وغیرہ کی بعض تجاویز زیر غور ہیں۔ جو منظور ہونے پر رائج ہوں گی اور مفید ہونگی

ذوالفقار علی خاں

مبارکہ بیگم مرحومہ بقاپوری

مبارکہ بنت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری اگرچہ چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو کر اپنے والدین کو داغ جدائی دے گئی۔ اور اپنی سہیلیوں کی مجلس سونی کر گئی۔ مگر اپنی خوبیوں اور خاص قابلیتوں کیوجہ سے احمدی خواتین کی تاریخ میں اپنا ہمیشہ یاد رہنے والا نام چھوڑ گئی۔ جو ہماری بچیوں کیلئے بہت کچھ سبق آموز اور علمی میدان میں بڑھنے کے لئے راہ نمائی کا کام دیگا۔ مرحومہ کے والدین کا بیان ہے۔ کہ نہایت چھوٹی عمر سے ہی مرحومہ سے ایسی باتوں کا اظہار ہوتا تھا۔ جو ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات کا ثبوت تھا۔ چار سال کی عمر میں مرحومہ نے قرآن مجید ناظرہ ختم کر لیا۔ تلفظ بالکل درست تھا۔ اور روانی سے پڑھتی تھی۔ جب مدرسہ میں داخل ہوئی تو باوجود اس کے کہ گھر کی ضروریات کی وجہ سے کبھی کبھی ماہ تک اُسے پڑھائی میں ناغہ کرنا پڑتا۔ ہر جماعت میں اعلیٰ نمبروں پر پاس ہوتی رہی۔ گھر کا قریباً تمام کام اس کے سپرد تھا۔ جسے نہایت خوبی اور عمدگی سے سرانجام دیتی ۱۹۲۵ء میں اس نے پرائمری پاس کی۔ اور اپنی پھوپھی مرحومہ کی فوتیدگی پر گئی جہاں سے اپریل ۱۹۲۵ء میں واپس آئی۔ مدرسۃ الخواتین کی پڑھائی جنوری سے شروع ہو چکی تھی۔ اور اس میں ان خواتین کو داخل کیا گیا تھا۔ جو کافی علمیت رکھتی تھیں۔ مرحومہ نے اس سکول میں داخل ہونے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ اور باوجود مشکلات سے آگاہ کئے جانے کے اس کی طرف سے اصرار جاری رہا بالآخر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر اس نے داخلہ کی التجا کی۔ اور حضور نے یہ خیال فرما کر کہ اگر جماعت میں نہ چل سکی۔ تو خود تعلیم چھوڑ دیگی۔ یہ ارشاد فرمایا کہ جماعت میں بیٹھ جایا کرے۔ اتنی سی اجازت ملنے کی دیر تھی کہ مرحومہ نے نہ صرف سابقہ تعلیم کی کمی پوری کر لی۔ بلکہ ششماہی امتحان میں ۲۵ طالب علم خواتین میں سے سترہویں نمبر پر رہی اور فائنل امتحان میں سب سے گوئے سبقت لے گئی۔ دوسرے سال تمام مضامین میں اول درجہ پر رہی۔ اور ہر مضمون میں اول رہنے کے انعامات حاصل کئے۔

۲۶ر ستمبر ۱۹۲۶ء وہ دن تھا۔ جب مرحومہ کے اس دنیا سے علیحدہ ہونے کے سامان پیدا ہونے شروع ہوئے۔ یعنی تپ محرقہ میں مبتلا ہو گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ کو جب اس کی بیماری کی اطلاع ہوئی۔ تو حضور ڈاکٹر ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کو ساتھ لیکر تشریف لے گئے۔ اور روزانہ ڈاکٹر صاحب سے حال دریافت فرماتے رہے۔ ڈاکٹر صاحب بھی نہایت توجہ اور سرگرمی سے علاج میں مصروف رہے۔

لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ آخر ۱۹ر اکتوبر کو تکلیف زیادہ بڑھتی گئی۔ اور مرحومہ نے اپنے والد مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری کو جو تبلیغ کی خاطر کراچی مقیم تھے۔ بار بار یاد کرنا شروع کیا۔ اور کہا حضرت صاحب سے پوچھ لیا جائے اگر حضور اجازت دیں۔ تو ان کو بلا لیا جائے۔ حضرت اقدس کی طرف سے اجازت لیکر مولانا بقاپوری صاحب کو تار دیا گیا۔ لیکن مرحومہ کے متعلق تسلی بھی دی گئی۔ ۲۲ر کو مرحومہ کی حالت زیادہ بگڑ گئی۔ اور رات کو ۱۲ بجے کے قریب اپنے محبوب حقیقی سے جا ملی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

صبح حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا۔ کہ میت کو غسل دے کر مدرسہ احمدیہ میں لایا جائے۔ مگر مولوی صاحب کے آنے تک تدفین نہ ہو۔ اور اپنے خاندان کی خواتین کو فرمایا۔ جاؤ جا کر اپنی سہیلی کو دیکھ آؤ۔ چنانچہ خاندان نبوت کی خواتین مرحومہ کو دیکھنے کے لئے تشریف لائیں۔ اور مرحومہ کی والدہ کو صبر و شکر کی تلقین کرتی رہیں۔ مولانا بقاپوری صاحب جب شام تک نہ پہونچے۔ تو حضرت اقدس نے ڈاکٹر صاحب سے فرمایا۔ اگر میت دوسری رات بھی رہ سکتی ہو۔ تو مولوی صاحب کا انتظار کر لیا جائے۔ ڈاکٹر صاحب نے اطمینان دلایا۔ اور میت دفن نہ کی گئی۔ مولوی صاحب رات کو آ گئے۔ اور صبح حضرت اقدس نے بہت بڑے مجمع کے ساتھ جنازہ پڑھایا۔ دور تک میت کو کندھا دیا۔ قبر تک تشریف لے گئے۔ اور دفن کرنے کے بعد آخری دعا کر کے واپس آئے۔

مرحومہ کے والدین نے ایسی قابل اور لائق بچی کی وفات پر راضی برضاء الٰہی ہونے اور صبر و شکر کرنے کا جو نمونہ دکھایا۔ وہ قابل تعریف اور اسلامی تعلیم کا سچا نمونہ ہے ملک عبدالعزیز صاحب مولوی فاضل نے جو دوسری رات مرحومہ کی لاش کی نگہبانی پر مقرر تھے۔ بتایا۔ جب مولانا بقاپوری صاحب ۲۳ر اکتوبر کو مغرب اور عشاء کے درمیان قادیان پہونچے۔ تو سیدھے میت کے پاس آئے۔ جو دفتر ایڈیٹر الفضل کے صحن میں رکھی تھی۔ مولوی صاحب نے اپنی بچی کے چہرہ کو کفن کھول کر دیکھا۔ پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور یہ الفاظ کہے۔ اچھا بچی فی امان اللہ۔ اس کے سوا ان کی زبان سے اور کچھ نہ نکلا۔ پورے ضبط سے انہوں نے آنسو روکے ہوئے تھے۔ مگر سینہ ہنڈیا کی طرح ابل رہا تھا۔ دفن کرنے کے وقت بھی ان کی یہی حالت تھی جسے دیکھ کر حضرت اقدس نے فرمایا۔ مولوی صاحب کی توجہ یا تو کسی اور طرف ہٹانی چاہیئے۔ یا انہیں اچھی طرح رو لینے کا موقعہ دینا چاہیئے۔ تاکہ صدمہ کا بار ہلکا ہو جائے۔ یہ تو والد کی حالت تھی۔ عورتوں کی طبیعت عام طور پر کمزور ہوتی ہے۔ اور والدہ کو لڑکیوں سے خاص طور پر زیادہ محبت ہوتی ہے۔ پھر ایسی بچی جو نہایت سلیقہ شعار و قابل اور والدہ کی خدمت گذار ہو۔ اس سے جس قدر ماں کو محبت ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے۔ لیکن مرحومہ کی والدہ نے بھی صبر و شکر کا بہت اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ اور سوائے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اور بچی حوالہ بخدا کے کوئی کلمہ زبان پر نہ لائی۔ خدا تعالیٰ مرحومہ کے والدین کو اس صبر و شکر کا بہترین بدلہ عطا فرما۔

مرحومہ کی قابلیت اور ہوشمندی کو دیکھتے ہوئے حضرت اقدس کا ارادہ تھا۔ کہ اسے مکمل اعلیٰ تعلیم دلائی جائے۔ اور مدرسہ نسواں کے لئے بہترین وجود بنایا جائے۔ حضور نے تدفین کے وقت گفتگو فرماتے ہوئے اس کا اظہار کیا۔ اور یہ بھی فرمایا۔ مرحومہ کی عمر اگرچہ بہت چھوٹی تھی۔ اور ابتداء میں وہ بوجہ چھوٹے ہونے کے استادوں سے پردہ نہ کرتی تھی۔ لیکن اس کی طبیعت میں خاص وقار اور سنجیدگی پائی جاتی تھی۔

حضور نے مرحومہ کی والدہ کو جو تعزیت نامہ ارسال فرمایا۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ حضور کس شفقت اور نوازش سے اپنے خدام کے رنج و الم میں شرکت فرماتے۔ اور دین کے لئے کسی رنگ میں مفید ثابت ہونے والے وجود کے متعلق حضور کو کس قدر توجہ ہوتی ہے۔ حضور نے حسب ذیل شفقت نامہ تحریر فرمایا:۔

مکرمہ۔ السلام علیکم۔ صبح مولوی شیر علی صاحب نے گھر میں آ کر خبر سنائی۔ کہ عزیزہ مبارکہ بیگم فوت ہو گئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خدا کی مشیت سے کوئی چارہ نہیں۔ کل ڈاکٹر صاحب نے یہ تو بتایا تھا۔ کہ عزیزہ بہت کمزور ہو گئی ہے۔ لیکن اس امر کا ان کو بھی خیال نہ تھا۔ کہ کمزوری اس قدر زیادہ ہے۔ کہ موجب موت ہو گی۔ عزیزہ کی موت کا صدمہ آپ کو ہونا طبعی ہے۔ لیکن اس صدمہ میں بہت سے لوگ آپ کے شریک ہیں۔ کیونکہ مرحومہ ایک نہایت ہی ہونہار وجود تھا۔ جس سرعت سے اس نے مدرسہ خواتین میں ترقی کی۔ جس سرعت سے پیچھے آ کر اگلوں کو اس نے پیچھے چھوڑا۔ وہ ایک حیرت انگیز تھا۔ کہ اس کی نسبت اچھی امید کا پیدا ہو جانا کچھ قابل تعجب نہ تھا۔ کہ تعلیم نسواں میں عزیزہ ایک مفید اور کارآمد وجود ثابت ہو گی۔ مگر تعلیم کے ساتھ عزیزہ کی طبیعت میں وقار بھی تھا۔ جو اس کی علمی ترقی کو اور بھی امید افزا بنا دیتا تھا۔ خدا کی قدرت ہے کہ یکے بعد دیگرے مدرسہ خواتین کی دو ہوشیار طالب علمیں ہم سے رخصت ہو گئی ہیں۔ پہلے حبیبہ بیگم رخصت ہوئیں۔ جنہوں نے عزیزہ کی طرح تھوڑے ہی عرصہ میں حیرت انگیز ترقی کی تھی۔ اور اب مبارکہ بیگم جس نے حبیبہ کے بعد مدرسہ کی پڑھائی میں گویا جان ڈال دی تھی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ عزیزہ کو اگلے جہان میں ان ترقیات سے حصہ دے جن سے وہ اس جہان سے محروم کر دی گئی ہے۔ اور آپ کو اس نیک تربیت کی جزائے خیر دے جو آپ نے مرحومہ کی کی۔ اور جس کا نیک انجام اس دنیا میں ظاہر نہ ہوا۔

ہر عزیز کا جدا ہونا شاق ہوتا ہے۔ لیکن ایسے عزیز کا جدا ہونا بہت ہی شاق ہوتا ہے۔ جس کے نشو و نما میں ہی ترقی اور رشد کے آثار ظاہر ہو رہے ہوں۔ اور عزیزہ کی وفات آپ کے لئے ہی نہیں۔ بلکہ مدرسے کے لئے بھی اور اس کے سب استادوں کے لئے بھی نہایت ہی صدمہ اور تکلیف کا موجب ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ و صبر جمیل۔ رات کو دس گیارہ بجے یکدم میرے دل پر یہ فقرہ القا کیا گیا۔ کہ "آج رات عزیزہ کا انتقال ہو جائیگا"۔ میں نے اسے ایک انسانی وسوسہ سمجھکر بار بار اس خیال کو دور کیا۔ مگر وہ اس طرح دل پر مستولی تھا کہ صاف معلوم ہوتا تھا۔ کہ انسانی خیال نہیں۔ بلکہ ایک بالاہستی کی طرف سے القا ہے۔ والسلام خاکسار مرزا محمود احمد

ایک معزز عیسائی کا قبول اسلام

مکرمی و معظمی جناب ایڈیٹر صاحب الفضل قادیان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ میں اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر بجا لاتا ہوں۔ کہ مدت دراز تک عیسائی رہنے کے بعد اس نے مجھے توفیق عطا کی ہے۔ کہ میں آج بتاریخ ۶ نومبر ۱۹۲۷ء بوقت ۷ بجے صبح مسجد احمدیہ لاہور میں مولوی عبدالعزیز صاحب امام مسجد کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو گیا ہوں میں نے کافی عرصہ تک سوچ کر سمجھ لیا ہے۔ کہ عیسائیت نجات کے لئے تسلی نہیں دے سکتی۔ اور یقین کر لیا ہے کہ اسلام ہی سچا دین ہے۔

میرے اس عریضہ کو اخبار میں شائع کر دیں۔ اور میں تمام احمدی احباب سے دعاء کے لئے ملتجی ہوں۔

والسلام

خاکسار طہماسپ خاں۔ بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔
انگلش ماسٹر رنگ محل مشن ہائی سکول لاہور۔

ہر ایک اشتہار کی صحت کا ذمہ دار خود مشتہر ہے نہ کہ الفضل (ایڈیٹر)

تلوار

احمدی احباب کو مژدہ ہو۔ کہ ہم نے سرکار عالیہ سے لائسنس حاصل کرکے تلواریں بنانا شروع کر دی ہیں۔ ہمارے کارخانہ میں دوران جنگ میں سرکاری تلواریں بنتی تھیں۔ جو بہت مقبول ہوئیں۔ اور ان خدمات کے صلے میں ہمیں سندیں اور دوبارہ لائسنس گورنمنٹ کی طرف سے عطا کیا گیا ہے۔ ذی استطاعت احمدی احباب کی خدمت میں درخواست ہے۔ کہ ہمارے کارخانہ سے تلواریں خرید کر گورنمنٹ کی عطا کردہ عام اجازت سے جو نو ضلعوں کو مرحمت کی گئی ہے۔ استفادہ کریں ایسی اعلےٰ ارزاں تلواریں کسی دوسرے کارخانہ سے نہیں ملینگی۔ اور ہم نے خاص رعایت محدود عرصہ کے لئے رکھی ہے۔ تا جماعت کے احباب اس موقعہ سے جلد فائدہ اٹھائیں۔ اس نازک زمانہ میں جبکہ ذاتی حفاظت کی اور قوم میں جرأت اور دلیری پیدا کرنے کی بہت سخت ضرورت ہے مسلم اسے اپنا فرض قرار دیں تا آنے والی نسلوں میں جرأت اور بہادری اور اعتماد کے خصائل پیدا ہوں۔

المشتہر

اے۔ جے فضل احمد اینڈ سنز بھیرہ۔ ضلع شاہپور

اس سے بڑھکر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے

سرمہ کے تمام اشتہار دینے والوں کو چیلنج۔ کوئی اشتہار دینے والا اسکے مقابلہ میں اس قسم کی سند پیش کرے

تریاق چشم رجسٹرڈ

کے متعلق ہندوستان بھر کے بہت بڑے خاص ماہر امراض چشم ولایت کے سند یافتہ ڈاکٹر کیپٹن۔ ایس۔ اے فاروقی (سرکاری اعلیٰ افسر) ایم۔ ڈی۔ اے۔ ایس کا سارٹیفکیٹ (مترجمہ)

میں تصدیق کرتا ہوں۔ کہ مرزا حاکم بیگ ساکن گجرات (پنجاب) کے تیار کردہ "تریاق چشم" کو میں نے اپنے چند بیماروں پر آزمایا۔ اور اسے آنکھوں کے زخم۔ پانی بہنا۔ اور ککروں کے لئے بہت مفید اور موثر پایا۔ اس کے اجزاء امراض چشم کے علاج کے لئے بہت مشہور ہیں۔ اور ان اجزاء کی مقدار ہر طرح سے صحیح اور ٹھیک نسبت سے ملائی گئی ہے موجد کے تریاق چشم کے تیار کرنے کا طریق زمانہ حال کے مروجہ طریقہ کے مطابق صاف اور ستھرا ہے۔ دستخط

(ایس۔ ایم فاروقی کیپٹن ایم۔ ڈی۔ اے۔ ایس۔ اوپتھیک سپیشلسٹ) خاص ماہر امراض چشم

نوٹ:۔ قیمت "تریاق چشم" (رجسٹرڈ) پانچ روپے فی تولہ اور محصول ڈاک علاوہ موازی ۸ رندبہ خریدار

خاکسار

مرزا حاکم بیگ احمدی موجد تریاق چشم (رجسٹرڈ) گڑھی شاہدولہ صاحب گجرات پنجاب

(اشتہار زیر آرڈر ۵۔ قاعدہ ۲۰۔ ضابطہ دیوانی)

بعدالت جناب چوہدری محمد لطیف صاحب سب جج بہادر۔ ڈنگہ

۱۱۹۴ بابت سال ۱۹۲۷ء

گوکل چند ولد شام داس وغیرہ سکنہ ڈنگہ :۔ مدعیان

بنام

کرم الٰہی ولد شمس دین سکنہ کوہیاں حسین مدعا علیہ

دعوے -/۹۸۷

مقدمہ مندرجہ عنوان میں مدعا علیہ تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کر رہا ہے۔ لہذا اس کے خلاف اشتہار زیر آرڈر ۵ قاعدہ ۲۰ ضابطہ دیوانی کے جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مدعا علیہ مذکور بتاریخ ۱۷۔ نومبر ۱۹۲۷ء کو حاضر عدالت ہو کر جواب دہی مقدمہ کی نہ کرے گا۔ تو خلاف اس کے کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاوے گی۔

آج بتاریخ ۲ر نومبر ۱۹۲۷ء کو ہمارے ثبت دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

(دستخط حاکم - مہر عدالت)

(اشتہار زیر آرڈر ۵۔ قاعدہ ۲۰۔ ضابطہ دیوانی)

بعدالت جناب چوہدری محمد لطیف صاحب بی۔ اے سب جج بہادر ڈنگہ ضلع گجرات

نمبر مقدمہ ۱۱۲۳۔ بابت سال ۱۹۲۷ء

پیارا سنگھ ولد جھنڈا سنگھ۔ اروڑہ سنگھ گوڑیالہ تحصیل کھاریاں

بنام

فتح علی خاں ولد احمد علی قوم چیمہ سکنہ جھبیبی متصل گوڑیالہ

دعوے ۳۷۱ برو‌ئے تمسک

مقدمہ مندرجہ عنوان میں مدعا علیہ کی تعمیل معمولی طریقہ سے ہونی بہت مشکل ہے۔ لہذا اس کے خلاف اشتہار زیر آرڈر ۵۔ قاعدہ ۲۰ ضابطہ دیوانی جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مدعا علیہ مذکور بتاریخ ۱۷۔ نومبر ۱۹۲۷ء کو حاضر عدالت ہو کر جواب دہی مقدمہ کی نہ کرے گا۔ تو خلاف اس کے کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاوے گی۔

آج بتاریخ ۲ر نومبر ۱۹۲۷ء کو ہمارے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

(دستخط حاکم - مہر عدالت)

(اشتہار زیر آرڈر ۵۔ رول ۲۰ ضابطہ دیوانی)

بعدالت جناب خانصاحب سید بڈھے شاہ صاحب آنریری سب جج بہادر امرتسر

۴۳۸

بڈھا سنگھ ولد پرتاب سنگھ قوم جٹ سکنہ سلطانوند تحصیل امرتسر مدعی

بنام

گاماں ولد ماموں قوم چنگڑ سکنہ سلطانوند تحصیل امرتسر مدعا علیہ

دعوے اسامی

مقدمہ مندرجہ عنوان میں مدعا علیہ تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتا ہے۔ لہذا بذریعہ اشتہار مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مدعا علیہ مذکور محکمہ ہذا میں بتاریخ ۲۴۔ نومبر ۱۹۲۷ء کو حاضر نہ آئیگا۔ تو کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاوے گی۔

آج بتاریخ ۳۱ر اکتوبر ۱۹۲۷ء کو بہ ثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

(دستخط حاکم - مہر عدالت)

ہندوستان کی خبریں

لاہور ۲ نومبر - آریہ سماج کی مجلس منتظم نے ہندو آریاؤں سے اپیل کی ہے - کہ وہ ۲۳ دسمبر کو یوم شردھانند منائیں۔

لدھیانہ ۴ نومبر اطلاع موصول ہوئی ہے - کہ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب کی اپیل خارج ہو گئی ہے۔

پراگنسلا ۳ نومبر - یکم نومبر کی شام کے پانچ بجے سے نیسکر ۲ نومبر کی صبح کے ۵ بجے تک ہولناک طوفان باد و باراں کا دور دورہ رہا۔ نندالور کے ریلوے سٹیشن کی عمارتیں عہن المنفوش کی طرح اُڑتی نظر آئیں۔ انٹا پالی کے سگنل پیوند زمین ہو گئے۔ دونچی ٹنا کے برآمدے کی چھت کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ تین چار ریلوے اسٹیشنوں کو خفیف نقصانات پہونچے۔ گورنمنٹ اور ریلوے ٹیلیگراف کے متعدد کھمبے اکھڑ گئے۔ اس حصہ کا سلسلہ تار و ٹیلیفون بالکل خراب ہوگیا کسی مسافر کی جان کو نقصان نہیں پہونچا۔

پٹنہ ۳ نومبر ایسوسی ایٹڈ پریس کو معلوم ہوا ہے کہ ۱ نومبر کو بمقام گرانگائے کے سالانہ جلوس کے موقعہ پر جس کو گورکھ شاہی جلوس کہتے ہیں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں معمولی فساد ہوا۔ تین آدمیوں کو خفیف زخم آئے۔ تفصیل ابھی تک معلوم نہیں۔

لاہور ۳ نومبر۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ مسٹر آئینس جریدہ "[illegible]" کی ادارت کے فرائض انجام دینگے۔ امید ہے کہ پشاور وغیرہ کے مسلمانوں کی اعانت سے لائٹ روزانہ کر دیا جائیگا اور وہ کسی خاص فرقہ کی نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کی ترجمانی کرے گا۔

دندور میں ایک مسجد کے پاس ایک مسلمان مزدور کے گھر کے سامنے ایک چھوٹی سی ڈبیا میں بمب بند کر کے رکھا گیا۔ گھر کے مکینوں نے جب اُسے کھولا تو اس میں سے زور کی آواز آئی اور کھولنے والے کی انگلیاں زخمی ہو گئیں

گڑھ شنکر کے خزانہ سے دو ہزار کے ٹکٹ ہوشیارپور کے خزانہ میں لائے جا رہے تھے۔ کہ راستے میں چوری ہو گئے۔ پولیس تحقیقات کر رہی ہے۔

۱۹۲۶ء کا نوبل پرائز پروفیسر جانس فیبی گیرز یونیورسٹی کوپن ہیگن کو ملا تھا۔ لیکن اب کے لئے ۱۹۲۷ء میں پروفیسر ڈبیگر فان کے جوریگ وائنا یونیورسٹی کو پیش کیا گیا ہے۔

میاں سر فضل حسین صاحب ۴ نومبر کو مارسیلز سے روانہ ہونگے۔ اور ۱۵ر نومبر کو بمبئی پہنچیں گے۔

دہلی ۴ نومبر - آریہ کانگریس میں شمولیت کی غرض سے اس وقت تک آٹھ ہزار اصحاب یہاں آ چکے ہیں۔

لاہور ۳ نومبر - پنجاب یونیورسٹی کے امتحانات ۱۹۲۸ء کیلئے حسب ذیل تاریخیں مقرر ہوئی ہیں۔

نام امتحان	تاریخ جبکہ امتحان شروع ہوگا
مٹریکولیشن و سکول لیونگ	۲۸ مارچ ۱۹۲۸ء
ایف - اے	۲۵ اپریل ۱۹۲۸ء
بی اے - ایم - اے - ایم - او - ایل / بی - ایس - سی - ایم ایس - سی	" " "
بی - ٹی	۲ اپریل "
فارسی سنسکرت و عربی کے مختلف امتحانات	۱۸ مئی "
ورنیکلر امتحان	۴ جون "
شعبہ زراعت کے امتحان	یکم مئی "
شعبہ قانون کے امتحان	۴ جون "
شعبہ طب کے ابتدائی امتحان	۱۲ مئی "
ایم - بی - بی - ایس	۳۰ اپریل "

لاہور ۲ نومبر - معلوم ہوا ہے۔ کہ دیوگندھ صوبہ بہار میں جو ہتھیار اور گولی بارود برآمد ہوئی تھی اور تین بنگالی نوجوان گرفتار ہوئے تھے۔ اس کے سلسلے میں لاہور کی خفیہ پولیس نے متعدد مکانوں کی تلاشیاں لیں۔ جن میں ہندوستان ٹائمز کا دفتر مسٹر جے چندرا ودیالنکار اور مسٹر کیدارناتھ سہگل صدر کانفرنس پنجابی سیاسی مصیبت زدگان کے مکان بھی شامل ہیں تلاشیاں کئی گھنٹے متواتر ہوتی رہیں۔ جن میں پولیس نے صرف تحریرات حاصل کیں۔ ان تحریرات کا باقاعدہ مطالعہ ہو رہا ہے۔

کراچی ۲ نومبر گذشتہ نصف شب کے قریب اسی یا نوے ماہی گیروں نے ملکر ایک زبردست وہیل مچھلی پکڑی۔ وہیل اور ماہی گیروں میں چار روز تک شب و روز ایک کشمکش جاری رہی۔ جس کے اثنا میں ایک مرتبہ تمام لوگ دس میل تک کھچے چلے گئے تھے۔ مچھلی کا طول ۴۰ فٹ اور اس کا دور تقریباً ۲۰ فٹ ہے۔ وزن تخمیناً ۲۵ من ہے۔ اس کی قیمت کے متعلق کئی ہزار روپیہ کا اندازہ لگایا گیا ہے۔

امرتسر ۴ نومبر - شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی نے ننگھانی کو ایک وفد بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جو وہاں کے اکالیوں کے باہمی تفرقات کا تصفیہ کرائے گا۔ وفد جو غالباً سردار کھڑک سنگھ کی زیر سرکردگی جائے گا۔ مشرقی ممالک اور کنیڈا کا دورہ بھی کریگا۔ جہاں سکھ آباد ہیں۔ تاکہ مذہبی پروپگنڈا کیا جائے۔

ممالک غیر کی خبریں

لنڈن یکم نومبر مذاکرات دربارہ نظر ثانی بر معاہدہ عراق و برطانیہ عمدگی سے جاری ہیں۔ مگر خیال گذرتا ہے کہ یہ سلسلہ فوراً ختم نہ ہوگا۔ آج شام کو دفتر مستعمرات میں نمائندگان عراق و برطانیہ پھر گفت و شنید میں مصروف ہیں

بیت المقدس ۳۱ اکتوبر۔ محکمہ امور عامہ نے اب باضابطہ طور پر ہیکل سلیمانی کے گنبد کو جو عمارت مذکور کے اس حصہ کا نام ہے جس کا تعلق کلیسائے یونان سے ہے۔ قابل انہدام قرار دیدیا ہے۔ علاوہ ازیں اس عمارت کو بھی مخدوش قرار دیا ہے جس کو اصطلاحاً "قلب دنیا" کہتے ہیں۔ ان مقدس عمارتوں کو گذشتہ زلزلہ کی وجہ سے صدمہ پہونچا تھا۔ فی الحال جس قدر جلد ممکن ہو سکیگا۔ ایک عارضی چھت تعمیر کر دیجائیگی۔ مگر تعمیر کا بڑا حصہ آئندہ فصل بہار تک ملتوی رہیگا۔

ہوانا ۳۰ اکتوبر بمقام پینار ڈلریوس کے قید خانہ سے تماشائی لوگ واپس جا رہے تھے۔ کیونکہ یہاں ایک شخص کو بجرم قتل پھانسی دیگئی تھی۔ لاش اسٹریچر پر رکھی ہوئی تھی اور لوگ تماشا دیکھ کر جا رہے تھے۔ اسی اثنا میں دفعتاً لاش میں حرکت ہوئی اور مردہ زندہ ہوگیا۔ اور جان بچا کر بھاگنے لگا سپاہیوں نے چاروں طرف سے گھیرنا چاہا۔ مگر وہ ان سے شیر کی طرح لڑا۔ بالآخر مغلوب ہوگیا۔

اس مجرم کو دوبارہ پھانسی گھر میں لیجا کر برقی کرسی پر بٹھایا گیا۔ اور دوبارہ مشین چلائی گئی جسم کو ۲۲ منٹ تک اُسی حالت میں رکھا گیا حتے کہ جان نکل گئی۔

معلوم ہوتا ہے کہ پھانسی دینے والی مشین کے پرزوں میں کوئی نقص واقعہ ہوگیا تھا۔ جس کی وجہ سے پھانسی پوری طرح نہ دیجا سکی تھی۔

لنڈن یکم نومبر۔ مسٹر شاپورجی سکلتوالہ ہندوستانی ممبر پارلیمنٹ ماسکو کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ آپ روس کے لوگوں تک ہندوستان کے مزدوروں اور کسانوں کا پیغام پہونچائیں گے۔

شاہی کمیشن کے ارکان کے متعلق ہنوز کوئی قطعی اعلان نہیں ہوا۔ لیکن باخبر حلقوں میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس میں حسب ذیل اشخاص شامل ہونگے۔

(۱) سر جان سیمن - صدر (۲) لارڈ برنہیم مشہور مالک اخبار (۳) مسٹر کین فاکس - وزیر معاون (۴) مسٹر سٹون ویلس حزب العمالی سابق وزیر جنگ (۵) آنریبل ای - سی - جی کیڈوگین بیرسٹر رکن پارلیمنٹ۔

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپوا کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا۔